توحید المفضل

توحید المفضل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

املاء امام ابی عبداللہ الصادقؑ: علی المفضل بن عمر الجعفی (جو ابی عبداللہ امام جعفر صادقؑ نے مفضل کو لکھوائی)

ابن عوجاء کی اپنے ساتھی سے گفتگو:

محمد بن سنان روایت کرتے ہیں فرمایا کہ مجھے مفضل بن عمر نے بیان کیا فرمایا کہ ایک دن میں عصر کے بعد ریاض الجنہ میں قبر و منبر کے درمیان بیٹھا تھا اور میں اس شرف و فضائل کے بارے میں سوچ رہا تھا جو کہ اللہ نے مخصوص طور پر محمدؐ کو رحمت فرمائی اور جو آپؐ کو عطا کئے اور آپکو مشرف فرمایا اور عطیہ کیا جنہیں امت کے عوام الناس جانتے ہیں اور جن کو آپکے فضل و عظیم مرتبہ اور بلند رتبہ میں سے نہیں جانتے چنانچہ میں اسی طرح سوچ رہا تھا کہ اچانک ابن ابی العوجاء آگیا وہ ایسے بیٹھ گیا کہ میں اسکا کلام سن رہا تھا جب مجلس جمی تو اچانک اس کا ایک ساتھی آگیا اور وہ بھی بیٹھ گیا چنانچہ ابن ابی العوجاء نے کلام کی اور کہا بے شک اس قبر والا عزت کے کمال کو پہنچا ہوا تھا اور شرافت کو اپنی تمام صفات سے جمع کیا تھا اور ہر حال سے پورا حصہ حاصل کیا تھا تو اسکے ساتھی نے کہا کہ وہ ایک فلسفی تھا جو بڑے رتبہ کا دعوے دار تھا اور بڑے مقام کا خواہش مند تھا اور اس نے اس پر ایسے ایسے معجزات پیش کیے کہ عقلوں کو حیران کر دیا اور سمجھ گم ہو گئی اور عقلوں نے انکے علم کو تلاش کرنے کیلئے فکر کے سمندر میں غوطہ لگایا مگر ناکام لوٹیں اور وہ گنگ ہو چکی تھیں چنانچہ جب انکی دعوت کو عقلاء و فصحاء و خطباء نے

قبول کر لیا تو لوگ انکے دین میں گروہ در گروہ داخل ہوئے پس ان کا نام ناموس کے نام سے مل گیا اور وہ ایسا ہو گیا کہ اس نام کو پکارا جانے لگا گرجوں کے مسیروں پر تمام شہروں اور مقامات میں جہاں جہاں بھی آپکی دعوت پہنچی اور اسکا کلمہ بلند ہوا اور اسکی حجتہ ظاہر ہوئی خشکی و تری میں میدان و پہاڑوں میں ہر دن رات پانچ مرتبہ دہراتے ہوئے آذان و اقامت میں تا کہ ہر گھڑی آپکا ذکر تازہ ہو اور آپ کا کوئی امر پوشیدہ نہ ہو۔ تو ابن ابی العوجاء نے کہا محمدؐ کا ذکر چھوڑ اس میں تو میری عقل حیران ہے اور اسکے امر میں میری فکر گم ہو گئی ہے اور اس بنیاد پر بات کر جسکے لئے ہم چلتے ہیں پھر اس نے اشیاء کی ابتداء کا ذکر کیا اور دعویٰ کیا کہ یہ سب کچھ خود بخود ہے اس میں بنایا نہیں گیا اور نہ ہی اسکا اندازہ لگایا گیا ہے نہ اسکا کوئی بنانے والا اور تدبیر کرنے والا ہے بلکہ تمام اشیاء ذاتی طور پر بلا مدبر کے ہیں اور پوری دنیا ہمیشہ اسی طرح رہی اور رہے گی۔

(مفضل کی ابو العوجاء سے گفتگو)

مفضل نے کہا میں اپنے اوپر غصے و غم و رنج کی وجہ سے قابو نہ رکھ سکا پس میں نے کہا اے اللہ کے دشمن تو کفر کر رہا ہے اللہ کے دین میں اللہ تعالیٰ کی ذات مقدس کا انکار کر رہا ہے جس نے تجھے بہترین سانچے میں پیدا فرمایا اور تجھے کامل ترین صورت عطا کی اور تجھے تمام احوال میں منتقل کیا حتی کہ تجھے وہاں پہنچا دیا جہاں تو اب پہنچ گیا ہے پس اگر تو اپنے دل میں سوچتا اور تیری حس لطیف سچ سچ کہتی تو دلائل ربوبیہ تجھے مل جاتے اور اسکی کاریگری کے آثار تیرے اندر ہی قائم ہیں اور اللہ عز و جل کے دلائل تیرے ڈھانچے میں ہی واضح ہیں اور اسکے قطعی دلائل ظاہر ہیں اس نے کہا کہ اے شخص اگر تو اہل کلام میں سے ہے تو ہم تجھ سے بات کرتے ہیں اور پھر تیری دلیل پکی ہوئی تو ہم تیری اتباع کر لیں گے اور اگر تو ان میں سے نہیں ہے تو تجھ سے کلام نہیں ہو سکتی لیکن اگر تو جعفر بن محمد الصادقؑ کے ساتھیوں میں ہوتا تو اس طرح ہم سے مخاطب نہ ہوتا اور نہ ہی اس طرح کی دلیل سے ہمارے ساتھ جھگڑا کرتا بے شک آپ نے اس سے زیادہ ہماری باتیں سنی ہیں جتنی کہ تو نے سنی ہے مگر انہوں نے اتنی بے پردگی سے ہمیں مخاطب نہیں کیا اور نہ ہمارے جواب میں زیادتی کی ہے بے شک وہ تو انتہائی تحمل والا پختہ رائے

عقل مند مضبوط تھا نہ تو اسے کمزوری لاحق ہوئی تھی نہ غصہ اور نہ جلد بازی وہ ہماری کلام سنتا ہماری طرف کان لگاتا اور ہماری دلیل کا اعتراف کرتا تھا یہاں تک کہ جب ہم اپنے پاس موجود شئی سے فارغ ہو جاتے اور ہم گمان کرتے کہ ہم نے قطعی بات کر دی ہے تو وہ ہماری دلیل کو معمولی کلام سے باطل کر دیتا اور مختصر وظاب سے ہم پر حجتہ لازم کر دیتا اور عذر کو توڑ دیتا اور ہم اسکا جواب نہ دے سکتے پس اگر تو اسکے ساتھیوں میں ہے تو ہم سے اسی کی طرح مخاطب ہو۔

کتاب المفضل کے لکھوانے کا سبب:

مفضل کہتا ہے کہ میں مسجد سے نکلا غمزدہ سوچتے ہوئے اسلام کی بوسیدگی میں اور اہل اسلام کی آزمائش کے بارے میں اس جماعت کے کفر اور مذہب باطلہ کی وجہ سے پس میں اپنے مولاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے دیکھا کہ میں عاجز ہو رہا ہوں تو فرمایا تجھے کیا ہے پھر میں نے وہ بات بتائی جو دھریوں سے سنی تھی اور میں نے ان دونوں کو جواب دیا تھا آپ نے فرمایا اے مفضل میں تجھ پر خالق کائنات برتر و مقدس نام والے کی پورے عالم کے پیدا کرنے میں حکمت پیش کرتا ہوں کہ عالم کے پیدا ہونے اور درندوں و جانوروں، پرندوں، حشرات الارض اور ہر ذی روح چوپائیوں وانگوروں اور پھل دار درختوں اور بغیر پھل درختوں اور دانوں اور سبزیوں کے پیدا کرنے میں جو کھائی جاتی ہیں یا نہیں کھائی جاتیں کیا حکمت ہے ایسے طریقہ کو جس کو عقل والے معتبر سمجھتے ہیں اور اس کی معرفت سے اہل ایمان کو سکون حاصل ہوتا ہے اور بے دینوں کو حیرانی ہو جاتی ہے چنانچہ تم میرے پاس کل سویرے سویرے آنا۔

المجلس الاول (پہلی مجلس)۔

مفضل نے کہا میں آپؑ کے پاس سے خوشی سے مسرور لوٹا اور وہ رات انتظار میں مجھ پر لمبی ہو گئی جسکا وعدہ آپؑ نے فرمایا جب صبح ہوئی تو میں گیا مجھے اجازت ملی پھر میں داخل ہوا اور آپکے سامنے کھڑا ہو گیا آپؑ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا میں بیٹھ گیا پھر آپؑ

اپنے خلوت والے حجرہ کی طرف اٹھے اور آپؑ کے اٹھنے پر میں بھی اٹھ گیا آپؑ نے فرمایا میرے پیچھے آؤ میں آپؑ کے پیچھے گیا آپؑ داخل ہوئے تو میں بھی داخل ہو گیا آپؑ کے بعد اور آپؑ بیٹھے تو میں آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا فرمایا اے مفضل ایسے لگتا ہے کہ یہ انتظار کی رات تجھ پر لمبی ہو گئی کیونکہ میں نے تجھ سے وعدہ کیا تھا۔ میں نے کہا ہاں میرے مولا آپؑ نے فرمایا اے مفضل بے شک اللہ عزوجل تھا اور کوئی بھی شے اس سے قبل نہ تھی اور وہ باقی ہو گا اور کوئی شے نہ ہو گی انتہا بھی اس کی ہو گی اور اسی کی تعریف ہے جو اس نے دل میں ڈالا اور شکر ہے اس پر جو اس نے عطا کیا بے شک اس نے ہمیں اعلیٰ علوم سے مخصوص کیا ہے اور بلند ترین مقامات دیے ہیں اور اپنے علم سے ہمیں تمام مخلوق میں سے چن لیا ہے اور ہمیں اپنے حکم سے ان پر نگران بنایا ہے پھر میں نے کہا اے میرے مولاؑ اگر اجازت ہو تو میں آپکی تشریح لکھ لوں میں نے جس میں لکھنا تھا اس کی تیاری کر لی تھی تو آپؑ نے مجھے فرمایا اے مفضل ایسا کر لو: (محصمین کے معنی امین۔ موتمن۔ شاھد کے ہیں)

شک کرنے والے کا خلقت کے اسباب اور اسکے معنی ہیں جاہل ہونا:

بے شک جو لوگ شک کرنے والے ہیں وہ خلقت کے اسباب و معانی سے بے خبر ہیں اور انکے فہم درست سوچ سے قاصر ہیں اور انکی حکمت سے کوتاہ ہیں جو شے خالق عزوجل نے پھیلا رکھی ہے اور جو اس نے اپنی مخلوق کی کئی قسمیں بحر و میدان و پہاڑ میں پیدا کر رکھی ہے چنانچہ وہ اپنے علوم کی کوتاہی کی وجہ سے انکار کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور اپنی بصیرت کی کمزوری کی وجہ سے تکذیب اور عناد کی طرف چلے گئے حتیٰ کہ اشیاء کی تخلیق کا انکار کر دیا اور انکے بغیر کسی کے بنانے کہ خود بخود ہونے کا دعویٰ کر دیا کہ نہ یہ اس میں کسی کی کاریگری ہے نہ تدبیر ہے نہ کسی مدبر کی حکمت ہے اور نہ ہی کوئی مانع ہے اللہ برتر ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں اللہ انکو مارے کہاں الٹ پھرے جا رہے ہیں۔ پس وہ لوگ اپنی گمراہی اور بھٹکنے اور سختی میں بمنزلہ اندھوں کے ہیں جو ایسے مکان میں داخل ہوں جو مضبوط و خوبصورت عمارت والا ہو اور قابل فخر و خوبصورت فرشوں والا ہو اور اس میں تمام کھانے و پینے کی اشیاء و ضروریات کا سامان ہو جنکی ضرورت ہوتی ہے اور اس میں ہر شے

درست اندازے سے اپنے اپنے مقامات پر رکھی ہو اور حکمت وتدبیر سے سجائی ہو تو وہ دائیں بائیں گھر میں اور کمروں میں آتے جاتے پھریں آنکھیں ان سے بند رکھیں نہ تو مکان کی عمارت دیکھیں اور نہ ہی وہ سامان جو اس میں تیار کیا گیا اور بعض اوقات کسی نے کسی شے کو جو اپنی جگہ رکھی تھی دیکھا اور اسکی اسے ضرورت پڑی اور وہ حقیقت سے جاہل نہیں جانتا کہ یہ کس سے تیار کی گئی ہے اور کیوں بنائی گئی ہے تو وہ اس پر ناک بھوں چڑھائے اور ناراض ہو اور گھر کو بھی برا کہے اور بنانے والے کی بھی مذمت کرے یہی حال اس قسم کا ہے اپنے انکار کرنے میں جو انہوں نے امر تخلیق کا اور اثبات صنعت کا انکار کیا ہے یہ جب ان لوگوں کے ذہن اشیاء کے اسباب و عمل کی پہچان سے غروب ہو گئے تو یہ اس عالم میں حیران ہو کر گھومنے لگے پس یہ لوگ نہیں سمجھتے جو اس میں خلقت کی مضبوطی اور حسن صنعت اور درستگی ھیت ہے اور بعض اوقات ان میں سے کوئی شے سے جس کے سبب کو نہیں جانتا واقف ہوتا ہے اور ضرورت اسکی معلوم نہیں ہوتی تو اسکی مذمت اور تبدیلی و خطا کی طرف تیزی سے چلا جاتا ہے جیسا کہ اسکا اقدام منائیہ کفار نے کیا اور دین سے نکلنے والے ملحدین فاسق و فاجر لوگوں نے ظاہر کیا ہے جو کھلم کھلا گمراہی میں ہے کہ انہوں نے اسکے محال ہونے کا قول کر دیا لہذا اس شخص پر (جس پر اللہ نے اپنی معرفت کا انعام کیا اور اپنے دین کی ہدایت دی اور اسے تدبیر میں تامل کی صفت خلائق میں توفیق دی اور اس سے واقفیت عطا کی جو باریکی تدبیر اور درست تقدیر میں ہے ایسے دلائل قائم کرنے سے جو اسکے مانع پر دلالت کریں) لازم ہے کہ اپنے مولا کی حمد بکثرت کرے اور اسکی طرف رغبت کرے تاکہ وہ نعمتیں اس پر برقرار رہیں اور اسی مالک کی طرف سے اور اضافہ ہو کیونکہ ارشاد ہے کہ اور تم شکر کرو گے تو میں زیادہ کرونگا اور اگر ناشکری کرو گے میرا عذاب شدید ہے۔

عالم کی تیاری اور اسکے اجزاء کا جمع ہونا:

اے مفضل: سب سے پہلی عبرت اور دلالت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس پر اس عالم کا تیار ہونا و اور اسکے اجزاء کا جمع ہونا اور ترتیب پانا اس حالت پر جس پر یہ ہیں بے شک تو جب اس عالم میں اپنی فکر سے تامل کرے گا اور اپنی عقل سے جانچے گا تو اسے

ایک گھر یا کمرے کی طرح پائے گا جس میں تمام انسانی ضروریات تیار کی گئی ہیں پس آسمان چھت کی طرح بلند ہے اور زمین بچھونے کی طرح بچھی ہوئی ہے اور ستارے چراغوں کی طرح روشن کئے گئے ہیں اور جواہرات کا خزانہ ذخیروں کی طرح ہے اور ہر شے اس میں کسی کام کیلیئے تیار کی گئی ہے اور انسان اس مکان کے مالک کی طرح ہے اور ان تمام اشیاء کا منتظم ہے اور قسم قسم کی اشیاء اسکی ضروریات کیلیئے مہیا کی گئی ہیں اور ہمہ قسم کے حیوانات اس کے منافع اور مصلحتوں میں مصروف ہیں چنانچہ اس پر واضح دلیل ہے کہ یہ عالم اندازے سے پیدا کیا گیا ہے اور حکمت وانتظام و مناسبت سے اسکی تخلیق ہوئی ہے اور اسکا خالق ایک ہے وہی ہے جس نے اسکو جمع کیا اور ترتیب دیا بعض اجزاء کی بعض سے اسکی ذات مقدس اور اسکی بزرگی بلند تر اور اسکا چہرہ مکرم ہے اسکے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے برتر ہے ان عیوب سے جو منکرین کہتے ہیں اور بڑا وعظیم ہے ان سے جو ملحد لوگ گھڑتے ہیں۔

انسان کا پیدا کرنا اور رحم میں جنین کی تدبیر:

ہم انسان کی تخلیق سے اے مفضل اپنی بات کی ابتداء کرتے ہیں اس سے عبرت حاصل کر یا اسکو معتبر جان لے سب سے پہلے اس میں جنین کی رحم مادر میں تدبیر کی جاتی ہے جو کہ تین اندھیروں میں چھپا ہوتا ہے پیٹ کا اندھیرا۔ رحم کا اندھیرا اور میشمہ کا اندھیرا (یعنی جھلی کا اندھیرا) جہاں غذا کی تلاش کیلیئے اسکے پاس کوئی تدبیر نہیں ہوتی اور نہ ہی اذیت دفع کرنے کا اور نہ کسی منفعت کے حاصل کرنے کا اور نہ کسی مضرہ کو روکنے کا کوئی حیلہ ہوتا ہے تو پھر حیض کا خون چلتا ہے جو اسکو غذا پانی اور انگوری مہیا کرتا ہے اور یہ اس کی مسلسل غذا رہتی ہے۔

جنین کی کیفیت ولادت اس کی غذا اس کے دانتوں کا نکلنا اور بالغ ہونا

چنانچہ یہاں تک کہ جب اس کی خلقت (ڈھانچا) مکمل ہو جاتا ہے اسکا بدن مستحکم ہو جاتا ہے اور اسکا چمڑا ہوا سے ملنے کیلئے قوی ہوتا ہے آنکھیں روشنی سے ملنے کی قوت پا لیتی ہیں تو دردزہ اسکی ماں کو بھڑک اٹھتا ہے اور شدت سے برانگیختہ کرتا ہے دل تنگ کرتا ہے حتیٰ کہ بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہی خون جو اسکی غذا اپنے ماں کے خون میں سے بن رہا تھا اسکے پستانوں میں چلا جاتا ہے اسکا ذائقہ اور رنگت غذاء کی دوسری قسم میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ اس وقت خون سے زیادہ بچے کے موافق ہوتا ہے چنانچہ بوقت حاجت اسکو پورا آتا ہے جب اس کو بھوک لگتی ہے تو ہونٹ چاٹتا ہے اور انکو حرکت دیتا ہے دودھ کی طلب کے لیے اور وہ اپنے ماں کے پستانوں کو اپنی ضرورت کیلئے دو لٹکے ہوئے برتنوں کی طرح پاتا ہے وہ ہمیشہ دودھ سے غذا حاصل کرتا ہے جب تک بدن کمزور انتڑیاں پتلی اور اعضاء نرم ہوتے ہیں حتیٰ کہ جب وہ حرکت کرتا ہے اور ایسی غذا کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس میں مضبوطی ہوتا کہ بدن میں قوت و شدت آئے اسکے پیسنے والے دانت و داڑھیں نکل آتی ہیں تاکہ کھانا چبائے اور نرم کرنے اور اسکی بناوٹ آسان بنائے ہمیشہ یونہی رہتا ہے حتیٰ کہ جوانی تک پہنچتا ہے جب جوان ہوتا ہے اور مذکر ہو تو سکے منہ پر بال اگ آتے ہیں تو یہ علامت مذکر ہونے کی ہے آدمی سخت ہو جاتا ہے جس سے وہ بچپن کی علامت اور عورتوں کی مشابہت سے نکل جاتا ہے اور اگر وہ مونث ہو تو اسکا چہرہ بالوں سے صاف رہتا ہے تاکہ اسکی رونق اور تازگی باقی رہے جس سے مرد کو حرکت ہو اس لیے کہ اس میں نسل کا دوام و بقاء ہے اے مفضل سمجھ کہ اس میں انسان کی مختلف احوال میں کیا تدبیر ہے کیا تو اس طرح ممکن سمجھتا ہے کہ خود بخود ہو جائے کیا خیال ہے اگر نہ چلے اسکی طرف وہ خون اور وہ رحم میں ہو کیا وہ سکڑ نہ جائے گا اور سوکھ جائے گا جیسے کہ انگوری سوکھ جاتی ہے جبکہ پانی نہ ملے اور اگر دردزہ اسکے مستحکم ہونے پر اسے نہ مضطرب و برانگیختہ کرے تو کیا وہ رحم میں زندہ در گور کی طرح نہ ہو جائے گا اور اگر پھر ولادت کے ساتھ اسکا دودھ موافق نہ ہو تو کیا وہ بھوک سے مر نہیں جائے گا یا وہ غذا کھائے گا جو مناسب ہو گی اور اس پر اسکے بدن کی اصلاح نہ ہو گی اور اگر اپنے وقت پر اسکے دانت نہ نکلیں تو کیا ایسا نہ ہو گا کہ اسکے لیے بعام کو چبانا ناممکن ہو جائے اور

اسکو گلے سے اتارنا ناممکن ہو جائے یا اسکو دودھ پر ہی قائم رکھیں تو اسکا بدن سخت نہ ہو گا اور کسی کام کی اس میں صلاحیت نہ ہو گی پھر وہ اپنی ماں کو دوسری اولاد کی تربیت سے اپنی طرف مصروف رکھے گا۔

اسکی حالت جس کے منہ پر بال نہ اگیں اور اسکی علت اور پیدا ہونے کی حالت اگر وہ عاقل سمجھ دار پیدا ہوتا اور اسکی وجہ اور اگر چہرے پر اپنے وقت میں بال نہ اگتے تو کیا ایسا نہ ہوتا کہ اسکی بچوں کی ہیئت اور عورتوں کی ہیئت باقی رہتی اور اسکا رعب اور وقار دکھائی نہ دیتا۔ مفضل کہتے ہیں میں نے آپؑ سے کہا اے مولاؑ میں نے ایسا آدمی دیکھا ہے جسکی یہ حالت باقی رہتی ہے اور بال اسکے چہرے پر نہیں اگتے اگرچہ وہ بڑی عمر کو پہنچ جاتا ہے تو آپؑ نے فرمایا ذلک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام العبید۔(کہ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا) پس یہ کون ہے جو اسکی نگہبانی کرتا ہے حتیٰ کہ اسکو بہم پہنچاتا ہے ہر شے سے ان ضروریات میں سے سوائے اسکے جس نے اس کو پیدا کیا بعد اسکے کہ وہ نہ تھا پھر ذمہ داری اٹھالی اسکی مصلحت کے ساتھ بعد اسکے کہ وہ ہو گیا اور اگر خود بخود بن جانا ایسی تدبیر لا سکتا ہے تو پھر واجب ہے کہ قصد و اندازہ دونوں غلط اور محال ہوں کیوں کے یہ خود ہونے کے منافی ہے یہ انتہائی قبیح بات ہے کہنے والے کی نادانی ہے کیونکہ کسی شے کا خود بخود ہونا کبھی درستگی نہیں لا سکتا اور تضاد کبھی انتظام نہیں کر سکتا اللہ تبارک و تعالیٰ ان باتوں سے جو بے دین کرتے ہیں بلند و برتر ہے اگر بچہ پیدا ہی سمجھ دار و عاقل ہوتا تو وہ پیدا ہوتے ہی عالم کا انکار کر دیتا اور حیران گم شدہ عقل والا ہوتا جب ایسی چیز دیکھتا جسکو وہ پہنچانتا نہیں اور اس پر ایسے بے مثل صورتوں کے اختلافات وارد ہوتے چوپائیوں پرندوں اور اسکے علاوہ جن کا وہ وقتاً فوقتاً مشاہدہ کرتا اور روز بروز دیکھتا اور سمجھتا کہ یہ حماقت کی قید ہے حالانکہ وہ عقل مند ہے تو وہ حیران پریشان کی طرح ہوتا کلام اور گفتگو سیکھنے کی کوشش نہ کرتا اور ادب قبول نہ کرتا جیسے کہ کوشش کرتا ہے وہ بچہ جو کہ چھوٹی عمر میں غیر عاقل قید کر لیا جاتا ہے پھر اگر وہ عاقل پیدا ہوتا تو وہ ذلت محسوس کرتا اگر وہ دیکھتا کہ اسے اٹھایا جارہا ہے دودھ پلایا جارہا ہے پٹی باندھی جارہی ہے پنگھوڑے میں لٹایا جارہا ہے کیونکہ وہ ان تمام اشیاء سے بے پرواہ نہیں رہ سکتا کیونکہ

اسکا بدن نرم ہے اور اس میں لچک ہے جب وہ پیدا ہوا اور پھر اسے ایسا ہوتا کہ اسکے لیے حلاوت محسوس نہ کی جاتی اور وہ وقعت نہ پائی جاتی جو کہ بچوں کے لیے پائی جاتی ہے پس وہ ایسا ہوتا کہ دنیا کی طرف کند ذہن بے خبر بنا ہوا آتا ان اشیاء سے جن میں اسکے اہل ہیں پس وہ اشیاء کو کمزور ذہن اور ناقص معرفت سے رد کر دیتا پھر آہستہ آہستہ مسلسل اسکی معرفت بڑھتی رہتی تھوڑی تھوڑی کر کے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف حتیٰ کہ وہ اشیاء سے مانوس ہوتا اور اسکی عادت بناتا اور اس پر جاری رہتا اور وہ اسکے لیے تامل اور اس میں حیرت کی مد سے نکل کر اپنی عقل اور تدبیر سے معاش کی طرف مجبور ہوتا تصرف کرتا اور وہ دوسری شے پر قیاس کرنے اور اطاعت کرنے اور غفلت و مصیبت کی طرف جاتا اور اس میں اور بھی کئی وجوہات ہیں پس اگر وہ مکمل پوری عقل والا مستقل طور پر پیدا ہوتا تو تربیت اولاد کی حلاوت ختم ہو جاتی اور والدین کے لیے بچے کی مصروفیات کی پوشیدہ مصلحت ختم ہو جاتی اور وہ حسن سلوک بھی نہ رہتا جو کہ ماں باپ کی تربیت کے نتیجے میں بدلہ میں اولاد پر واجب ہوتا ہے اور انکی ضرورت کے وقت انکی طرف سے ان سے مہربانی بھی نہ رہتی چنانچہ پھر اولاد اپنے ماں باپ سے الفت نہ کرتی اور نہ ہی آباء واجداد اپنے بچوں سے محبت کرتے کیونکہ اولاد اپنے ماں باپ کی تربیت سے اور ان کی حفاظت سے بے پرواہ ہوتے اس لیے پیدا ہوتے ہی الگ ہو جاتے نہ تو کوئی آدمی اپنے باپ کو جانتا اور نہ ماں کو جانتا اور نہ وہ اپنی ماں، بہن سے اور اپنی محارم سے نکاح سے باز آتا کیونکہ وہ انہیں پہچانتا نہ ہوتا اور کم از کم جو اس میں قباحت ہے بلکہ وہ انتہائی بری اور بڑی اور ہولناک اور قبیح و بے شرمی کی بات ہے کہ اگر بچہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا اور اسے عقل ہوتی تو ایسی چیز دیکھا جو اسکے لیے حلال نہ ہوتی اور وہ اسے دیکھنا چاہتا کیا پس تو نہیں دیکھتا کہ کیسے ہر شے کو پیدا کر کے انتہائی درست کھڑا کر دیا جائے گا اور اس میں چھوٹی یا بڑی کوئی غلطی نہ ہو۔

بچوں کے رونے کا فائدہ:

اے مفضل تجھے معلوم ہو کہ بچوں کے رونے میں کیا نفع ہے جاننا چاہیے کہ بچوں کے دماغوں میں رطوبت ہوتی ہے اگر وہ رطوبت ان دماغوں کے اندر رہے تو بڑی بڑی نئی بیماریاں ان میں پیدا ہو جائیں مثلاً آنکھوں کی بصارت کا ختم ہونا وغیرہ اور رونا اس رطوبت کو سر سے بہا دیتا ہے تو اسکے بعد انکے بدن میں صحت اور آنکھوں میں سلامتی آجاتی ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ بچے کو تو رونے سے نفع ہو رہا ہوتا ہے اور ماں باپ اسکو نہیں پہچانتے تو وہ مسلسل اسکو چپ کراتے ہیں اور امور میں اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں تاکہ وہ نہ روئے حالانکہ انکو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ رونا اسکے لیے مفید ہے اور نتیجتاً اچھا ہے اسی طرح جائز ہے کہ بہت سی اشیاء میں منافع ہوں اگر منکرین جانتے ہوتے تو کسی شے کے بارے یہ فیصلہ نہ دیتے کہ اس میں فائدہ نہیں اس وجہ سے کہ انہیں معلوم نہیں اور وہ اسکا سبب نہیں جانتے جس شے کو منکرین نہ جانیں اسے پہچان والے تو جانتے ہوتے ہیں اور اکثر مخلوق پر خالق کائنات کا علم محیط مخفی رہتا ہے وہ اس سے قاصر ہوتے ہیں لیکن جو چھوٹے بچوں کے منہ سے تھوک بہتا ہے اس میں بھی وہ رطوبت نکلتی ہے جو کہ اگر انکے بدنوں میں باقی رہتی تو بڑے بڑے امراض ان میں پیدا ہو جاتے جیسے کہ کسی کو تم نے دیکھا ہو گا جس پر رطوبت غالب آجاتی ہے تو وہ اسے کم عقلی اور جنون اور اختلاف عقل جیسی حد تک نکال لے جاتی ہے اور اسکے علاوہ مہلک امراض مثلاً فالج، لقوہ اور انکی طرح کی بیماریاں آجاتی ہیں تو اللہ تعالٰی بچپن میں ان کے منہ سے اس رطوبت کو بہا دیتا ہے کیونکہ اس سے بڑے ہونے کے بعد والی صحت حاصل ہوتی ہے تو اللہ تعالٰی نے ایسی مہربانیاں اپنی مخلوق پر کی ہیں جن سے وہ جاہل ہیں اور ایسی شفقت ان پر کی ہے جسکو وہ پہچانتے بھی نہیں اگر اللہ کی نعمتیں جو ان پر ہوئیں پہچان لیتے تو یہ چیز انکو نافرمانی میں اصرار کرنے سے روک دیتی پس پاک ہے وہ ذات کس قدر بڑی ہیں اسکی نعمتیں اور کامل ہیں مستحقین و غیر مستحقین پر اپنی مخلوق میں سے بلند برتر ہے وہ ان سے جو کہتے ہیں اہل باطل انتہائی بلند ہونا۔

آلات جماع اور اسکی ہیئت۔

بدن کے اعضاء اور ہر ایک کے فوائد: دیکھو اے مفضل کیسے بنائے گئے ہیں جماع کے آلات مرد و عورت تمام میں باوجود یہ کہ ہم شکل ہے یہ اسکے چنانچہ مذکر کے لیے ایک ایسا آلہ بنایا جو پھیل کر لمبا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ نطفہ کو رحم تک پہنچا دیتا ہے جبکہ وہ اس بات کو ضرورت سمجھتا ہے کہ اپنا پانی غیر میں ڈالے اور مونث کیلیئے ایک گہرائی والا برتن بنایا تاکہ وہ دونوں پانیوں کو اکھٹے شامل کرے اور بچے کو اٹھائے اور اسکے لیے وسیع ہو جائے اور اسکی حفاظت کرے تاکہ وہ مضبوط ہو۔ کیا یہ تدبیر حکمت والے باریک بین کی نہیں ہے جو پاک ہے اور برتر ہے ان سے جو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

اے مفضل بدن کے تمام اعضاء میں غور و فکر کر اور ہر ایک کے لیے اپنی ضرورت و حاجت کی تدبیر دیکھ پس دونوں ہاتھ دفاع کیلیئے دونوں پاؤں چلنے کے لیے اور دونوں آنکھیں رہنمائی کیلیئے اور منہ غذا حاصل کرنے کیلیئے اور معدہ ہضم کیلیئے اور جگر صفائی اور خلاصہ نکالنے کیلیئے اور سوراخ فضول مواد کو نکالنے کیلیئے اور انتڑیاں اسکو اٹھانے کیلیئے اور شرمگاہ نسل کیلیئے اسی طرح تمام اعضاء میں جب تو تامل کرے اور اپنی فکر کو کام میں لائے اور اپنی سوچ صرف کرے تو ہر شے کو تم درست اور حکمت والی پاؤ گے۔

طبیعت کے قائلین کا دعوٰی اور اسکا جواب:

مفضل نے کہا کہ میں نے عرض کی اے مولاؑ کچھ ہوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ سب طبیعت کا فعل ہے تو آپؑ نے فرمایا ان سے اس طبیعت کے بارے سوال کرو کہ کیا یہ کوئی ایسی شئ ہے جسے اس جیسے افعال کی قدرت اور علم ہے یا یہ کوئی ایسی شے نہیں ہے: اگر وہ یہ جواب دیں کہ طبیعت کو علم اور قدرت ہوتی ہے تو پھر خالق کے اثبات میں انکے لیے کیا رکاوٹ ہے کیونکہ یہ اسی کی بنائی ہوئی چیز ہے اور اگر انکا یہ خیال ہو کہ وہ طبیعت ان افعال کو کرتی تو ہے لیکن بغیر علم کے اور بغیر قدرت

وارادہ کے حالانکہ جیسے تم دیکھتے ہو اسکے افعال میں درستگی اور حکمت ہے معلوم ہوا کہ یہ فعل خالق حکیم کا ہے انہوں نے اسی کا نام طبیعت رکھ دیا حالانکہ یہ اسکا اپنی مخلوق میں جاری طریقہ ہے جسے اس نے چلا رکھا ہے۔

ہضم کا عمل اور خون کا تیار ہونا اور اسکا شریانوں اور وریدوں میں چلنا:

اے مفضل بدن میں غذا کے پہنچنے کو غور کر کہ اس میں کیسی تدبیر ہے بے شک کھانا معدہ میں پہنچتا ہے تو وہ اسے پکاتا ہے اور اسکا صاف شدہ حصہ جگر کی طرف بھیج دیتا ہے کہ دونوں میں پیچیدہ اور باریک رگیں واسطہ ہیں ان کو ایسا بنایا گیا ہے کہ وہ غذا کو صاف کرنے والی ہیں تا کہ جگر کی طرف اس میں سے کوئی شے نہ جائے کہیں اسکو چھیل ڈالے یہ اس لیے کہ جگر ایک پتلی شے ہے وہ سخت شے کو برداشت نہیں کر سکتا پھر جگر اسکو قبول کرتا ہے پس وہ انتہائی عمدہ تدبیر سے اسے خون بنا دیتا ہے اور پھر اسے تمام بدن کی طرف روانہ کر دیتا ہے ایسے راستوں سے جو کہ خاص طور پر اسکے تیار کئے گئے ہیں جیسے کہ وہ نالیاں جو پانی کے لیے بنائی جاتی ہیں تا کہ وہ ساری زمین پر بکھر جائے اور پھر جائے اور جو مواد گندہ و فضول ہو وہ ان تھیلوں کی طرف چلا جاتا ہے جو اس کے لیے تیار کئے گئے ہوتے ہیں پس جو تو اس میں سے صفراء کی کڑواہٹ ہوتی ہے وہ پتے میں چلی جاتی ہے اور جو جنس سوداء میں سے ہوتی ہے وہ تلی کی طرف چلی جاتی ہے اور جو تری ور طوبت ہوتی ہے وہ مثانہ کی طرف چلی جاتی ہے لہذا بدن کی ترکیب میں حکمت تدبیر میں غور کریں اور پھر ان اعضاء کا اپنے اپنے مقام پر رکھنا اور ان برتنوں کا اس میں تیار کرنا تا کہ وہ ان مادوں کو اٹھائیں تا کہ سارے بدن میں نہ پھیلیں کہیں اسے بیمار کر دیں اور کمزور کر دیں پس بابرکت ہے وہ ذات جس نے اتنا اچھا اندازہ لگایا اور محکم تدبیر کی اور اسی کی تعریف ہے جیسے کہ وہ اسکا اہل ہے اور مستحق ہے۔

بدن کی پہلی نشوونما اور رحم میں جنین کی شکل بنانا:

مفضل کہتے ہیں میں نے کہا آپ بدن کا بڑھنا اور نمو پانا ایک حال میں کمال تک پہنچے میرے لیے بیان فرمائیں تو آپؑ نے فرمایا سب سے پہلے تو جنین کی شکل بنتی ہے رحم میں اس طرح کہ نہ اسکو کوئی آنکھ دیکھتی ہے اور نہ کوئی ہاتھ اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی تدبیر کر سکتا ہے حتیٰ کہ وہ مکمل ہو کر صحیح سالم نکل آتا ہے اس میں مکمل طور پر تمام قوام، مصلحتیں، انتڑیاں، اعضاء جوارح اور عوامل ہوتے ہیں جن سے اعضاء کی ترکیب ہوتی ہے یعنی ہڈیاں گوشت چربی پٹھے مغز، رگیں اور نرم ہڈیاں تیار ہوتی ہیں جب وہ اس جہان میں آتا ہے تو تم اسے دیکھتے ہو کہ اسکے تمام اعضاء کس طرح بڑھتے ہیں حالانکہ وہ اپنی شکل و ہیت پر برقرار رہتا ہے نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی مضبوطی کو پہنچ جاتا ہے عمر لمبی ہو یا مدت پوری ہو جائے کیا یہ عمدہ ترین تدبیر نہیں ہے۔

انسان کا کھڑے ہونے اور بیٹھنے کا انداز دوسرے حیونات سے الگ مخصوص ہونا:

اے مفضل غور کر کہ اللہ نے انسان کے پیدا کرنے میں جانوروں پر شرف و فضیلت دی ہے اسکا ڈھانچا سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے اور سیدھا بیٹھ جاتا ہے تاکہ اشیاء کو اپنے ہاتھوں اور جوارح سے سامنے رکھ سکے۔ اور اسکے لیے دفاع کرنا اور ان سے کام کرنا ممکن ہو سکے اگر یہ اوندھا منہ کے بل چوپائیوں کی طرح ہوتا تو یہ کوئی کام بھی نہ کر سکتا۔

انسان کا حواس سے مخصوص کیا جانا اور جذب ہونا ماسواء دیگر حیوانات کے:

اے مفضل غور کر اب ان حواس کی طرف جن سے انسان کو اپنی تخلیق میں مخصوص کیا گیا ہے اور دوسروں پر شرف عطا کیا گیا ہے کیسے بنائی گئی ہیں یہ آنکھیں سر میں جیسے کہ کوئی چراغ مینارے پر ہوتا کہ وہ مطالعہ کر سکے انہیں دیکھ سکے اور وہ آنکھیں ان اعضاء میں نہیں لگائیں جاتیں جو ان سے نیچے ہیں جیسے کہ ہاتھ اور پاؤں ورنہ اس کے لیے آفات رکاوٹ بن جاتیں اور ان

کے عمل اور حرکت کے دخل سے ایسی تکلیف پہنچی جو انہیں بیمار کر دیتی اور اثر انداز ہوتی اور کمی کر دیتی اور نہ یہ ان اعضاء میں پیدا کیں جو کہ وسط بدن میں ہے جیسے کہ پیٹ اور پشت ورنہ انکو پلٹنا اور دیکھنا ان سے اشیاء کو مشکل ہو جاتا۔

حواس خمسہ اور انکے کام اور اس میں کیا کیا راز ہیں:

پس جب ان اعضاء میں سے کسی کے لیے بدن میں کوئی جگہ نہیں تھی تو سر تمام مقامات میں سے بلند تر تھا حواس کیلئے مقرر کر دیا جو بمنزلہ چوٹی کے ہے اسکے لیے حواس کو ایسا بنایا گیا کہ وہ پانچ چیزوں کو حاصل کرتے ہیں محسوسات میں سے کوئی شے ان سے فوت نہیں ہوتی چنانچہ آنکھ اس لئے پیدا کی گئی تاکہ رنگوں کا ادراک کرے اگر رنگ ہوں اور آنکھ اس کے ادراک کے لیے نہ ہو تو رنگ کا فائدہ نہیں ہے اور سمع ادراک اصوات کیلئے ہے اگر آواز ہو اور کان اسکا ادراک کرنے کیلئے نہ ہو تو آواز کی ضرورت ہی کیا ہے اسی طرح تمام حواس ہیں پھر یہ سب ایک دوسرے کی کفایت کرتے ہیں۔ اگر آنکھ ہو اور رنگ نہ ہو تو آنکھ کس کام کی اور اگر کان ہو آوازیں نہ ہوں تو کان کی کیا حاجت ہے۔

حواس کا اندازہ اس طرح کرنا کہ بعض بعض سے ملتے ہیں:

آپ سوچیں کیسے اندازہ لگایا گیا ہے کہ بعض بعض سے متصل ہیں پس ہر حواس کیلئے الگ محسوس ہوتا ہے جس میں وہ کام کرتا ہے اور ہر محسوس کا علیحدہ احساس ہے جو اسکا ادراک کرتا ہے اور اسکے باوجود کچھ ایسی اشیاء ہیں جو حواس اور محسوسات کے درمیان ہیں حواس انکے بغیر پورے نہیں ہوتے جیسے کہ روشنی اور ہوا پس اگر روشنی نہ ہو جو رنگ کو آنکھ کے لیے ظاہر کرے تو آنکھ رنگ کا ادراک نہ کر سکے اور اگر ہوا نہ ہو جو آواز کو کان تک پہنچاتی ہے تو کان آواز کا ادراک نہ کر سکے: پس

کیا مخفی اور چھپا رہ سکتا اس شخص پر جس کی نظر صحیح ہو اور فکر کام کر رہا ہو یہ کہ مثل اس کے جو بیان کیا گیا حواس و محسوسات کا تیار کرنا کہ بعض بعض سے ملتے ہیں اور دوسری اشیاء کا تیار کرنا جن سے حواس مکمل پورے ہوتے ہیں یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا مگر عمل اور اندازے سے اس ذات کی طرف سے جو لطیف و خبیر ہے۔

جس میں بصر د سمع و عقل نہ ہو اور اس میں کیا نصیحت ہے اور بنے ہوئے اعضاء افراد اور ازدواج اور اسکی کیفیت

اے مفضل ذرا سوچ ایسے شخص کے بارے جس میں لوگوں میں سے جسکی آنکھ نہ ہو اور اسکو اپنے امور میں کیا کیا خلل ہوتا ہے بے شک ایسا شخص اپنے قدموں کی جگہ نہیں پہچان سکتا اور اپنے آگے نہیں دیکھ سکتا اور رنگوں میں فرق نہیں کر سکتا اور نہ ہی اچھے و برے منظر میں تفریق کر سکتا ہے اور نہ ہی گڑھا دیکھ سکتا ہے اگر اچانک اس پر جا پڑے اور نہ دشمن کو دیکھ سکتا ہے اگر وہ تلوار سے اسکی طرف حملہ آور ہو اور نہ ہی اسکے لیے کسی ہنر کو کرنے کی گنجائش ہوتی ہے مثلاً کتابت و تجارت و رنگریزی وغیرہ حتی کہ اگر اسکا ذہن اثر انداز نہ ہو تو وہ بمنزلہ پھینکے ہوئے پتھر کے ہو اسی طرح جسکے کان نہ ہوں اسے بھی بہت سے امور میں خلل واقع ہوتا ہے اسے ایک دوسرے سے مخاطب ہونے اور گفتگو کرنے کی حقیقت نہ مل سکے گی اور آواز کی لذت معدوم ہو گی اور درد انگیز یا طرب انگیز گیت نہ ملیں گے اور اسے لوگوں سے گفتگو کرنے میں بڑی تکلیف اٹھانی پڑے گی حتی کہ لوگ اس سے تنگ ہو جائیں گے اور نہ ہی وہ لوگوں کی باتوں اور خبروں کو کچھ سن سکے گا حتی کہ وہ ایسے ہو گا جیسا کہ غائب ہو حالانکہ وہ موجود ہو گا یا میت کی طرح ہو گا حالانکہ وہ زندہ ہو گا لیکن جسکی عقل معدوم ہو تو وہ چوپائیوں سے جا ملے گا بلکہ ایسی ایسی جہالت کرے گا جو کہ جانور بھی نہیں کرتے اور جاہل رہے گا ایسی باتوں سے جنکی جانوروں کو بھی سمجھ آجاتی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کیسے ہو گئے یہ اعضاء اور عقل اور تمام عادات جن سے بدن کی صلاحیت ہے اور جو ایسی ہیں اگر کوئی شئی اس میں سے نہ ہو تو کتنا عظیم خلل اس میں واقع ہو وہ اپنی پوری مخلوق کو یہ مکمل طور پر دیتا ہے حتی کہ کوئی شے اس میں سے کم نہیں کرتا کرتا ایسا کیوں ہے صرف اس لئے کہ اس نے علم اور اندازے سے ان کو بنایا ہے مفضل کہتے ہیں کہ میں

نے کہا کہ ایسا کیوں ہے کہ بعض لوگوں سے یہ جوارح مفقود ہو جاتے ہیں تو وہ حاصل کر لیتے ہیں اس جیسی چیز جو آپ نے اے مولاؑ بیان فرمایا: توآپؑ نے فرمایا یہ صرف تعلیم اور نصیحت کیلئے ہوتا ہے ایسے لوگوں کو جو حلال جانتے ہیں صرف اس سے یا اسکی طرح اسکے ذریعے سے جیسے کہ سکھاتے ہیں بادشاہ کسی کام سے باز رکھنے اور نصیحت دینے کیلئے تو اسکو برا نہیں کہا جاتا بلکہ اس پر انکی تعریف کی جاتی ہے اور انکی اس تدبیر کو درست کہا جاتا ہے پھر ان لوگوں کے لیے جن پر یہ مصیبتیں اترتی ہیں مرنے کے بعد ثواب عظیم ہوتا ہے اگر وہ شکریہ ادا کریں اور اللہ کی طرف رجوع کریں اور وہ ان سے جو حاصل کرتے ہیں اس پر اپنے آپ کو حقیر نہیں سمجھتے حتی کہ ان کو موت کے بعد اختیار دیا جائے تو وہ ضرور یہ پسند کریں کہ دوبارہ ان مشکلات کی طرف لوٹیں تاکہ ثواب زیادہ ہو۔ اے مفضل ان اعضاء کو غور کر جن کو ایک ایک یا دو دو پیدا کیا گیا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور اندازہ ہے اور تدبیر کی درستی ہے پس سر صرف ایک بنایا گیا ہے اور انسان کے لیے اس میں کوئی فائدہ نہیں کہ اسکے اس سے زیادہ سر ہوں۔ آپ دیکھیں کہ اگر انسان کے ایک سر کے ساتھ دوسرا سر ملا دیا جاتا تو کسی پر بوجھ ہوتا جسکی ضرورت نہ ہوتی کیونکہ وہ حواس جو اس میں ضرورت کے ہیں ایک سر میں جمع ہیں اور پھر انسان دو قسموں میں تقسیم ہو جاتا اگر اس کے دو سر ہوتے اگر وہ ایک سر سے کلام کرتا تو دوسرا بے کار ہوتا نہ اس کا کوئی مقصد ہوتا نہ حاجت ہوتی اور اگر دونوں سے کلام کرتا لیکن ایک ہی کلام کرتا تو ایک زائد ہوتا اور اگر الگ الگ کلام کرتا تو سننے والا نہ سمجھ سکتا کہ کس کو لے اور اس طرح کے کئی اشتباہات پیدا ہوتے اور ہاتھ ان اعضاء میں سے ہیں جو کہ جوڑا (دو) بنائے گئے ہیں اور انسان کے لیے بہتر نہ ہوتا اگر اس کے لیے ایک ہی ہاتھ ہوتا کیونکہ اس سے ان چیزوں میں خلل پڑتا جنکے استعمال کی اسے ضرورت پڑتی آپ دیکھتے نہیں کہ بڑھئی اور معمار کا اگر ایک ہاتھ شل ہو جائے تو وہ اپنا کام انجام نہیں دے سکتا اور اگر تکلف کرے بھی تو مضبوطی سے نہ کر سکے گا اور اس سے اس عمدگی کو نہ پہنچ سکے گا جس کو وہ اس وقت پہنچے جبکہ ہاتھ دو ہوتے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے:

آواز اور کلام اور ان کے آلات کی تیاری انسان میں اور ہر ایک دائرہ عمل:

اے مفضل طویل غور و فکر کر آواز اور کلام میں اور انسان میں اس کے آلات کی تیاری پر کہ نرخرہ پائپ کی طرح ہے آواز کے نکلنے کیلئے اور زبان اور دونوں ہونٹ اور دانت حروف اور نغمہ کو تیار کرنے کیلئے ہیں کیا تم دیکھتے نہیں کہ جس کے دانت گر جائیں وہ سین قائم نہیں کر سکتا اور جس کے ہونٹ کٹ جائیں تو وہ فاء کو صحیح نہیں بول سکتا اور جسکی زبان بھاری و موٹی ہو وہ راء صاف نہیں نکال سکتا۔

اور سب سے زیادہ مشابہت اسکی سارنگی سے ہے پس نرخرہ سارنگی کے کانے کی طرح ہے اور پھیپھڑا مشک کے مشابہ ہے جس میں پھونک ماری جاتی ہے تاکہ ہوا داخل ہو اور عضلات ہیں جو پھیپھڑے پر گرفت کرتے ہیں تاکہ آواز نکلے جیسے کہ انگلیاں مشک کو پکڑتی ہے حتیٰ کہ ہوا سارنگی میں چلتی ہے اور پھر ہونٹ اور زبان جو حروف بناتے ہیں اور لہجہ بناتے ہیں جیسے کہ انگلیاں مختلف حرکت کرتی ہیں سارنگی کے منہ پر جس سے اسکی سیٹی کو آواز بنا دیتی ہیں اسکے علاوہ اگرچہ آواز کے نکلنے کا مقام سارنگی کے آلے اور تعریف میں مشابہت رکھتا ہے لیکن سارنگی حقیقت میں صرف آواز نکلنے کے مقام سے مشابہ ہے۔

یہ تو میں نے تجھے وہ گنگنانہ بتلایا ہے جو کلام بنانے اور حروف کو درست کرنے میں مددگار ہے اور اس میں مذکورہ اشیاء کے سمیت اور بھی کافی فوائد ہیں چنانچہ نرخرہ اس لیے ہے تاکہ اس میں وہ ہوا چل کر پھیپھڑے تک پہنچ سکے پھر وہ دل کو راحت پہنچائے مسلسل ہمیشہ سانس لینے کیلئے کہ اگر اس میں تھوڑی سی بھی رکاوٹ آجائے تو انسان ہلاک ہو جائے۔

اور زبان سے کھانے کی اشیاء کا ذائقہ معلوم ہو اور ان میں امتیاز کر سکے اور ہر ایک کو پہچان سکے کہ یہ میٹھا ہے یہ کڑوا ہے اور کھٹے کو کڑوے سے اور نمکین کو میٹھے سے اور عمدہ کو خراب سے الگ کر سکے اور اس میں اسکے ساتھ ساتھ کھانے و پینے کے نگلنے

کے قابل بنانے کا تعاون ہوتا ہے اور دانت کھانے کو چبانے کیلئے ہیں حتیٰ کہ وہ کھانا نرم ہو جائے سہولت سے نگلا جا سکے اور وہ اسکے ساتھ ساتھ دونوں ہونٹوں کے لیے سہارے کی طرح ہیں وہ دونوں کو تھامتے ہیں اور انکو سہارا دیتے ہیں منہ کے اندر سے اس پر غور کر اس پر کہ بے شک تم ایسے شخص کو دیکھو گے جس کے دانت گرے ہوئے ہوں اسکا ہونٹ ڈھیلا اور مضطرب ہوتا ہے اور ہونٹوں سے پانی ٹپک جاتا ہے حتیٰ کہ جو پیٹ تک پہنچتا ہے وہ مقدار میں درمیانہ سا ہوتا ہے روانی سے نہیں بہتا پس پینے والا تنگی محسوس کرتا ہے یا پھر پیٹ میں زخم کر لیتا ہے پھر وہ بند دروانے کی طرح گرتا ہے منہ پر انسان جب چاہتا ہے اسے کھولتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے بند کر لیتا ہے اور جو ہم نے صفت کی ہے اس میں وضاحت ہے کہ ان اعضاء میں سے ہر ایک لوٹتا ہے اور تقسیم ہوتا ہے کئی اقسام کے منافع کی طرف جیسے کہ استعمال ہوتا ہے ایک آلہ مختلف کاموں میں مثلاً کلہاڑا استعمال ہوتا ہے بڑھئی کے کام میں اور زمین کھودنے کے کام میں وغیرہ

دماغ اور اسکے پردے اور کھوپڑی اور اسکے فائدے:

اور اگر آپ دماغ کو دیکھیں جب وہ کھلے تو دیکھو گے کہ وہ کئی پردوں میں لپٹا ہوا ہے بعض بعض کے اوپر ہیں تا کہ وہ اسکو رکاوٹوں سے محفوظ رکھیں اور تھامیں تا کہ وہ حرکت نہ کرے اور تم اس پر کھوپڑی کو انڈے کی طرح دیکھو گے کہ وہ اس کو چوٹ اور ٹھوکر سے بچاتی ہے جو سر میں کبھی لگ جائے پھر کھوپڑی کو بالوں کی جل پہنا دی گئی ہے حتیٰ کہ وہ بمنزلہ پوستین کے ہے سر کے لیے جو اسکو شدید گرمی و سردی سے چھپائے رکھتے ہیں تو دماغ کو اس طرح کا قلعہ کس نے عطا کیا ہے سوائے اس کے جس نے اسے پیدا کیا اور اسے حس کا سرچشمہ بنایا اور اسے حفاظت و گھیراؤ کا مستحق بنایا بدن سے بلند مقام اونچا درجہ دیکر اور مرتبہ بڑا کر دیا۔

پلکیں اور انکے کنارے:

اے مفضل ذرا غور کر آنکھ پر جو پلک ہے کیسے اسے پردے کی طرح بنایا گیا ہے اور کناروں کو کھلنے والے اور اس آنکھ کو اس غار میں داخل کر دیا اور اس پر پردے کا سائبان بنایا اور جو اس پر بال ہیں وہ اس پر سایہ زن ہیں۔

دل اور اس کا ڈھال میں رکھنا:

اے مفضل کس نے غائب کرر کھا ہے دل کو سینے کے اندر اور اسکو ایک ذرہ اوڑھادی ہے جو کہ اسکا پردہ ہے اور اسکو محفوظ کر دیا ہے پسلیوں سے اور ان کے اوپر گوشت اور پٹھے ہیں تا کہ اس تک وہ شے نہ پہنچے جو اسے کمزور کر دے۔

حلق اور مری، مغز، خون، ناخن اور رانوں اور سیرینوں کا گوشت۔

کس نے بنائے ہیں حلق میں دو سوراخ جن میں سے ایک آواز نکالنے کیلئے ہے اور وہ حلقوم ہے جو متصل ہے پھیپھڑے سے اور دوسرا راستہ غذا کا ہے اور وہ رگ بعام ہے اور جو متصل ہے معدہ سے جو اس تک غذا پہنچاتی ہے اور حلق کے اوپر ایک تہہ بنادی گئی جو کھانے کو پھیپھڑوں تک جانے سے روکتی ہے کہ وہ اسے قتل کر دے گی

پھیپھڑا اور اسکا عمل پیشاب اور پاخانہ نکالنے کی نالیاں۔

کون ذات ہے جس نے پھیپھڑوں کو دل کا پنکھا بنایا نہ رکتا ہے اور نہ اس میں خلل ہوتا ہے تا کہ نہ اثر انداز ہو حرارت دل میں ورنہ وہ ہلاک ہو جائے کون ذات ہے جس نے پیشاب و پاخانے کو نکلنے کیلئے نالیاں بنائی ہیں جو دونوں کو ایک ضابطے میں رکھتی ہیں تا کہ وہ ہر وقت ہی نہ بہتے رہیں کہ اس سے انسان کی زندگی خراب ہو پس کتنی نعمتیں ہیں جو گنے کوئی ان میں سے گننے والا یہ نعمتیں ایسی ہیں جو کبھی گنی نہیں جا سکتیں اور اکثر لوگوں کو معلوم نہیں۔

معدہ مضبوط پٹی اور جگر:

کون ذات ہے جس نے معدہ کو مضبوط پیچ دار پٹی بناڈالا اور اس کو غلیظ غذا کو ہضم کرنے کی قدرت دی اور کون ہے جس نے جگر کو نرم ملائم بنایا تاکہ پاکیزہ غذا کو قبول کرے اور اسے ہضم کرے اور اسکو معدہ کے عمل سے بھی زیادہ لطیف بنائے سوائے اللہ تعالیٰ قادر مطلق کے کیا تم دیکھتے ہو کہ خود بخود ان میں سے کوئی شے بن سکتی ہے: ہر گز نہیں بلکہ یہ ایک مدبر کی تدبیر ہے جو کہ حکیم اور دانا ہے اور قادر ہے اشیاء کو پیدا کرنے سے قبل انکو جانتا ہے اسے کوئی عاجز نہیں کر سکتا وہ باریک بین خبر دار ہے:

اے مفضل غور کر کے کیوں بنا ہے پتلا مغز ان کی حفاظت کرنے والا ہڈیوں کے پائیوں میں یہ صرف اور صرف اسکی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ہے اور کیوں ہے یہ بہنے والا خون رگوں میں بند بمنزلہ پانی کے برتنوں میں یہ بھی صرف اور صرف اس کو باضابطہ رکھنے کے لیے ہے تاکہ وہ بہہ جائے اور کیوں بنے ہیں ناخن انگلیوں کے کناروں پر سوائے اسکے کہ وہ ان کی حفاظت کریں اور کام میں مدد کریں اور پھر کان کا اندر والا حصہ لپٹا ہوا کیوں ہے جیسے کہ پیچ دار شے ہوتی ہے وہ صرف اس لیے تاکہ اس میں آواز چلے اور کان تک پہنچے اور تاکہ وہ ہوا کی تیزی کو روکے جو کان کو چھیلتی ہے اور انسان کے ران اور سرینوں پر گوشت کیوں چڑھادیا تو یہ بھی صرف اس لئے کہ اسے زمین سے بچائے اور اس پر بیٹھنے میں درد نہ ہو جیسے کہ تکلیف ہوتی ہے اسے جس کا جسم کمزور لاغر ہو اور گوشت کم ہو جبکہ اسکے اور زمین کے درمیان کوئی ایسی شے حائل نہ ہو جو اسکی سختی سے اسے بچائے۔

انسان مذکر و مونث اور اسکا نسل چلانا اور عمل کے آلات اسکی ضرورت و تدبیر اور اسے اوزہم کرنا دلیل سے :

کون ذات ہے۔ جس نے انسان کو مذکر و مونث بنایا ہے سوائے اسکے جس نے اسے نسل والا بنایا ہے اور کون سے جس نے اسے نسل والا بنایا ہے سوائے اسکے جس نے اسکو آرزو اور امید والا بنایا اور کون ہے جس نے اسکو آلات عمل عطا کئے سوائے

اسکے جس نے اس کو عمل و کام کرنے والا بنایا ہے اور کس نے اسکو کام کرنے والا پیدا کیا ہے سوائے اسکے حاجات و ضروریات لگادی ہیں اور کس نے حاجتیں لگائیں ہیں سوائے اسکے جس نے اس پر جزاء واجب کی ہے اور کس نے اسکو تدبیر بخشی ہے سوائے اسکے جس نے اسکو قوت کا مالک بنایا ہے اور کس نے اسکو قوت کا مالک بنایا ہے سوائے اسکے جس نے اس پر حجت لازم کی ہے اور کون ہے جو اس تک وہ چیز پہنچاتا ہے جہاں اس کی تدبیر و حیلہ نہیں پہنچتا سوائے اس ذات کے جو اسکے شکر کی انتہاء ہے سوچ اور غور کر اسکے کیا اوصاف ہیں کیا خود بخود ہو جانا ایسا نظام یا ایسی ترتیب لا سکتا ہے۔ با برکت ہے اللہ جو بلند تر ہے اس سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔

دل اور وہ سوراخ جو پھیپھڑے سے متصل ہوتا ہے مرد کی شرمگاہ اور اس میں حکمت:

اے مفضل اب میں تجھے دل کے بارے بیان کرتا ہوں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں ایک سوراخ ہوتا ہے جو کہ اس سوراخ کے بالکل سامنے ہوتا ہے جو پھیپھڑے میں ہے دل سے ہوا لیتا ہے اگر یہ سوراخ الگ الگ جگہ ہوں اور ایک دوسرے سے زائل ہو جاتے تو روح دل تک نہ پہنچ سکے اور انسان ہلاک ہو جائے کیا جائز رکھتا ہے کوئی فکر و سوچ والا کہ گمان کرے کہ ایسا ہو سکتا ہے خود بخود اور وہ نہ پائے ایسے نفس میں ہی ثبوت جو اسے اس بات سے روکے اگر تم دیکھو کسی ایک فرد کو بھی دونوں کناروں میں سے جس میں آنکھیں ہوں کیا تم یہ وہم کروگے کہ یہ اسی طرح بے حقیقت بنایا گیا ہے نہیں بلکہ تم ضرور یہ جانوگے کہ بنا ہوا ہے ایسا کہ کسی اور فرد سے ملے پس وہ اس کے لئے نکلتا ہے تاکہ ان دونوں کے اجتماع سے ایک قسم کی مصلحت حاصل ہو ایسے ہی حیوان مذکر بھی ایک فرد ہے جوڑے میں سے جو تیار کیا جائے گا ایک مونث سے پس وہ دونوں آپس میں نسل کی بقاء و دوام کیلئے ملتے ہیں پس تباہی اور ناکامی اور ہلاکت ہے فلسفہ پیش کرنے والوں کے لیے کہ کیسے ان کے دل اندھے ہو گئے اس عجیب تخلیق سے حتی کہ انہوں نے تدبیر اور قصد کا انکار کر دیا: اگر مرد کی شرمگاہ ڈھیلی ہوتی تو وہ رحم کی گہرائی میں کیسے پہنچتی تاکہ اس میں نطفہ ڈالے اور اگر ہمیشہ اکڑی ہوئی ہوتی تو آدمی بستر پر کیسے لیٹ سکتا یا

لوگوں میں کیسے چل پھر سکتا جبکہ ایک سیدھی کھڑی ہوئی شے ہوا سکے آگے پھرا سکے ساتھ ساتھ منظر کی قباحت کے باوجود مرد و عورت کی شہوت بھڑک رہی ہوتی۔ تو اللہ نے مقدر کر دیا کہ اکثر موقعوں پر یہ نظر ہی نہ آئے ہر وقت اور مردوں پر مشقت نہ ہو بلکہ اس میں اسکی ضرورت کے وقت کھڑے ہونے کی قوت رکھ دی کیونکہ مقدر کر دیا گیا یہ کہ اس میں اس کی نسل کی بقاء و دوام ہے۔

پاخانہ کے نکلنے کی جگہ اور اس کا طریقہ:

اور سوچ اب اے مفضل کہ کس قدر عظیم نعمت سے انسان پر اسکے کھانے اور پینے میں اور اذیت والی شے کے نکلنے میں آسانی کی صورت میں کیا ہے یہ حسن انداز نہیں ہے گھر کے بنانے میں کہ بیت الخلاء اس میں کسی پوشیدہ جگہ پر ہو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی جو راستہ بھی انسان کے خلاء کے لیے مقرر کیا ہے وہ اسکے پوشیدہ مقام پر ہے اور اسے اسکے پیچھے ننگا ر رکھا ہے اور نہ ہی کھلا رکھا ہے اسکے آگے بلکہ وہ پائپ نما بدن کے پوشیدہ مقام میں ہے چھپا ہوا اور حجاب میں اس پر دونوں سرینیں ملتی ہیں اور اسے دونوں رانیں اپنے گوشت سے چھپا لیتی ہیں جب انسان کو ضرورت ہوتی ہے قضاء حاجت کی تو وہ اس حالت میں بیٹھ جاتا ہے کہ اس راستے کو نیچے کی طرف جھکا ہوا پاتا ہے جو بوجھ کو گرانے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ پس بابرکت ہے جسکی نعمتیں اس قدر کھلم کھلا ہیں اور اسکے احسانات شمار نہیں ہوتے۔

انسان کے دانتوں میں سے خوراک کو پیسنے والے دانت:

اے مفضل ذرا خوراک کو چبانے والے دانتوں پر غور کرو جو انسان کے لیے بنائے گئے ہیں ان میں سے بعض تو نوکیلے و تیز ہیں جو کہ کھانے کو کاٹتے اور توڑنے کیلئے ہیں اور بعض چوڑے ہیں اسکو چبانے اور کچلنے کیلئے اور دونوں صفتوں میں کمی نہیں آتی کیونکہ وہ دونوں کا حاجت مند ہے۔

ناخن اور بال اور انکو کاٹنے کا فائدہ:

غور و فکر کرو اللہ کی حسن تدبیر پر بالوں اور ناخنوں کے پیدا کرنے میں کہ یہ دونوں بڑھتے اور لمبے ہوتے ہیں حتی کہ انکو وقتا فوقتا ہلکا کرنا پڑتا ہے اللہ نے انکو دونوں کو بے حس بنایا ہے تا کہ انکو کاٹتے وقت انسان کو درد نہ ہو اور اگر اسے بال کاٹنے اور ناخن قلم کرنے میں تکلیف ہوتی تو پھر دو میں سے ایک کراہت سے دوچار ہوتا یا تو ہر ایک کو یونہی چھوٹ دیتا تا کہ وہ لمبے ہوں اور بوجھ بن جائیں یا پھر ان کو تکلیف و درد کے باوجود ہلکا کرتا جس سے اس کو تکلیف ہوتی۔

مفضل کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ اللہ نے ایسا کیوں نہیں کر دیا کہ وہ نہ بڑھیں تا کہ انسان کو انہیں کم کرنا پڑے تو آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی کی اس معاملے میں بھی بندے پر اتنی نعمتیں ہیں جن کو وہ پہچانتا نہیں ہے تا کہ اس پر اسکی تعریف کرے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ بدن کی تکلیفات اور بیماریاں بالوں کے مساموں سے بالوں کے نکلنے سے خارج ہوتی ہیں اور ناخنوں کے پوروں سے نکلنے سے بھی خارج ہوتی ہیں اسی لیے تو انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ صفائی کرے اور سر مونڈے اور ناخن کاٹے ہر ہفتہ تا کہ بال اور ناخن تیزی سے اگیں اور تکلیفیں اور بیماریاں ان کے نکلنے سے نکلیں اور جب وہ لمبے ہو جائیں تو گرمی ہو جائے اور نکلنا کم ہو جائے گا اور تکلیفیں و بیماریاں بدن میں رک جائیں گی جس سے کئی قسم کی علتیں اور درد پیدا ہو جائیں گے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ بعض مقامات سے بالوں کو اگنے سے روک دیا گیا جس سے کہ انسان کو ضرر پہنچے اور اس سے فساد و تکلیف پیدا ہوتی ہے اگر بال آنکھ میں اگ آتے تو کیا وہ آنکھ کو اندھا نہ کر دیتے اور اگر منہ میں اگ آتے تو کیا وہ انسان پر کھانے و پینے کا مزا خراب نہ کر دیتے اور اگر بال ہتھیلی کے اندر کی جانب اگ آتے تو کیا وہ صحیح طرح چھونے اور دیگر کاموں سے اسے روک نہ دیتے اور اگر یہ بال عورت کی شرمگاہ میں اگ آتے یا مرد کے ذکر پر ہوتے تو کیا اس سے انکی لذت جماع خراب نہ ہوتی۔ آپ غور سے دیکھیں کہ کیسے دور ہوتے ہیں بال ان مقامات سے کیونکہ اس میں ہی مصلحت ہے اور پھر یہ صرف انسان کے لیے ہی نہیں بلکہ آپ ایسے تمام چوپائیوں درندوں اور تمام نسل والے جانوروں میں دیکھو گے آپ دیکھیں گے کہ

انکے تمام جسم تو بالوں سے لپٹے ہوئے ہونگے لیکن یہ مقامات ان کے بھی بالوں سے خالی ہونگے اسی سبب کی وجہ سے پس آپ تخلیق پر غور کریں کہ وہ کیسے بچاتا ہے غلطی وضرر کے طریقے سے اور درست اور منافع والی شے لاتا ہے۔۔

گھٹنوں اور بغلوں کے بال، تھوک اور اسکے منافع:

فرقہ منائیہ اور اس طرح کے لوگ جب تخلیق کے عیب اور قصد کے عیب کی کوشش کر چکے تو یہ عیب نکالا کہ بال گھٹنوں پر اور بغلوں میں اگتے ہیں اور انہیں اس رطوبت کا پتہ نہیں جو ان مقامات پر نصب کی گئی ہے اور بال اس پر ایسے اگتے ہیں جیسے کہ گھاس پانی کے گرنے کے قریب اگتی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ وہ مقامات پوشیدہ ہوتے ہیں اور دوسرے مقام سے زیادہ اس فضلہ کو قبول کرنے کیلئے تیار ہوتے ہیں پھر یہ شمار ہوتے ہیں اس میں سے جس کو انسان برداشت کرتا ہے بدن کی مشقتوں اور تکلیفوں کو کیونکہ اس میں اسکی مصلحت ہے کیونکہ اسکو اپنے بدن کو صاف رکھنے کا اہتمام ہوتا ہے اور ان بالوں کو وہ ختم کرتا ہے جو اس پر ہوتے ہیں اس سے اس کی تیزی ٹوٹتی ہے اور اسکی تیاری میں رکاوٹ پڑتی ہے اور اسے بعض ان چیزوں میں مصروف کر دیتی ہے جنکی طرف فراغت اسے نکالتی ہے بڑی حرکتوں اور بے کاری میں سے **تھوک اور اسکے منافع:**

آپ غور کریں تھوک پر اور اسکے اندر کیا منافع ہیں یہ ایسی بنائی گئی ہے کہ اسکا منہ کی طرف ہر وقت جاری رہنا ہوتا ہے تاکہ یہ منہ حلق اور اسکے کوے کو تر رکھے اور خشک نہ ہو اگر ان مقامات کو اس طرح رہنے دیا جاتا تو اس میں انسان کی ہلاکت تھی اور پھر وہ کھانا بھی نہ نگل سکتا جب منہ میں وہ تری جو پھسلاتی ہے نہ ہوتی جسکی شہادت مشاہدہ سے ہوتی ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ رطوبت غذا کی سواری ہے اور کبھی کبھی اس تری میں کچھ ایسے مقامات کی طرف چلی جاتی ہے حلق میں پتہ کی طرف سے جس میں پورے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اگر یہ مرہ پتہ خشک ہو جائے تو انسان ہلاک ہو جائے۔

انسان کے پیٹ کا ایک قباء کی شکل ہونے سے احتیاطیں اور اسکی حفاظت:

اور کچھ متکلین جاہلوں میں سے اور کمزور فلسفیوں میں سے اپنی کم علمی اور تمیز کی کمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ اگر انسان کا پیٹ قباء کی طرح ہوتا تو طبیب اسے جب چاہتا کھول کر اندر کی شے کا معائنہ کرلیتا اور اپنے ہاتھ اس میں ڈال کر جس شے کا بھی علاج کرنا چاہتا علاج کرلیتا کیا یہ زیادہ مصلحت کے مطابق نہیں اس سے کہ وہ بند شدہ پوشیدہ رکھا گیا ہو آنکھ اور ہاتھ سے کوئی بھی اسکو نہیں جان سکتا کہ اس میں کیا ہے مگر پوشیدہ اشارات سے جیسے کہ پیشاب کو غور سے دیکھنا اور نبض کو چھونا اور اس طرح کی دیگر چیزیں جس سے اکثر غلطی اور شبہ ہو سکتا ہے حتی کہ بعض اوقات اسکا وہ سبب موت بن جاتا ہے اب اگر ان جاہلوں کو معلوم ہو کہ اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلی بات یہ ہوتی کہ انسان سے امراض اور موت کا ڈر ساقط ہو جاتا اور وہ ہمیشہ باقی رہنا محسوس کرتا اور سلامتی سے دھوکہ میں آجاتا اور یہ چیز اسکو سرکشی پر ابھارتی اور شرارت پر آمادہ کرتی: پھر یہ رطوبات پیٹ میں ٹپکتیں اور بہتیں تو انسان کیلئے اسکا بیٹھنا اور سونا اور استعمال کے اور زینت کے کپڑے خراب ہوتے بلکہ اسکی پوری زندگی ہی برباد ہو جاتی پھر معدہ اور جگر اور دل یہ سب اپنے افعال حرارت عزیزیہ سے انجام دیتے ہیں جسکو اللہ نے پیٹ میں بند کرر کھا ہے اگر پیٹ میں کوئی پھٹن یا سوراخ ایسا کھلتا کہ آنکھ اسکے دیکھنے تک پہنچ سکتی اور ہاتھ اسکے علاج تک رسائی حاصل کرتے تو ہوا کی ٹھنڈک پیٹ کے اندر چلی جاتی اور حرارت غزیریہ سے مل جاتی ہے اور انتڑیوں کا عمل تباہ ہو جاتا اور اس میں انسان کی ہلاکت ہوتی آپ یہ نہیں دیکھتے یہ تمام وہم جو خلقت میں ہیں غلط اور باطل ہیں۔

افعال انسانی کھانے اور سونے اور جماع کرنے میں اور اسکی وضاحت و تشریح:

اے مفضل تو یہ سوچ کہ یہ تمام افعال جو انسان میں رکھے گئے ہیں مثلا کھانا پینا سونا اور جماع کرنا اور جو اسکی تدبیر ہے ان تمام کے لیے طبیعتوں میں خود ایک محرک موجود ہوتا ہے جو کہ اسکا تقاضہ کرتا ہے: اور اس پر اسے برانگیختہ کرتا ہے پس بھوک

کھانے کا تقاضہ کرتی ہے جس میں بدن کی راحت ہے اور اسکی بناوٹ ہے اور اونگھ نیند کا تقاضہ کرتی ہے اس میں بھی بدن کی راحت ہے اور اسکی تمام قوتوں کو جمع کرتا ہے اور شہوت جماع کا تقاضہ کرتی ہے جس میں اسکی نسل کی بقاء و دوام ہے اور اگر انسان کھانے کی طرف جائے اس وجہ سے کہ اس کے بدن کو اسکی ضرورت ہے اور اپنی طبیعت میں کوئی تقاضہ ایسا نہ پائے جو اسے اسکے لیے مجبور کرے تو وہ لائق ہے اسکے کہ اس میں کئی مرتبہ سستی کرے بوجھل پن اور سست روی کی وجہ سے حتی کہ وہ لاغر ہو جائے اور بدن ہلاک ہو جائے جیسے کہ کوئی ایک آدمی کسی شے کی دوائی کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس میں اسکی بدن کی اصلاح ہے تو وہ ٹالتا رہتا ہے حتی کہ اس سے مرض کی شدت تک پہنچ جاتا ہے اور موت تک پہنچ جاتا ہے اس طرح اگر وہ سونے کے لئے جائے یہ سوچ کر کہ اسے بدن کی راحت کے لئے اور قوتوں کو جمع کرنے کیلئے اسکی ضرورت ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس میں سستی کرے اور وہ اسے روک دے تو بدن کو دبلا کرے گا اور اگر وہ جماع کیلئے حرکت کرے اولاد کی رغبت سے تو یہ ممکن ہے بعید نہیں کہ اس سے درماندہ ہو جائے یا شہوت نہ آئے تو جماع نہ کر سکے گا اور نسل میں کمی آجائے گی یا منقطع ہو جائے گی پس بعض لوگوں کو اولاد کی رغبت نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکی پرواہ ہوتی ہے اس لئے آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام افعال کیلئے جب سے انسان کا قوام اور اصلاح ہے طبعیت انسانی میں ہی ایک ایک محرک بنا دیا ہے جو اسکو اس پر تحریک دیتا ہے اور اسکو اسکے لئے تیار کرتا ہے آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ انسان میں چار قویٰ ہیں ایک جاذبہ ہے جو غذاء کو قبول کرتی ہیں اور اسے معدہ پر لاتی ہیں دوسری قوت ماسکہ ہے جو کہ طعام کو روکتی ہے حتی کہ اس میں طبعیت کا عمل دخل ہو جاتا ہے تیری قوت ہاضمہ ہے جو اسے پکاتی ہے اور اس میں صاف کر کے نکالتی ہے اور پھر اسے بدن میں پھیلا دیتی ہے اور چوتھی قوت دافعہ ہے جو دفاع کرتی ہے اور زائد چھلکے گرا دیتی ہے جو کہ ہاضمہ کی ضرورت سے زائد ہوتے ہیں۔آپ ان قوای اربعہ کی تدبیر پر غور کرو جو بدن میں ہیں اور انکے افعال اور اندازے دیکھو کہ انکی اتنی ضرورت اور حاجت ہے اور پھر اسمیں کیا کیا تدبیر کی گئی اور کیا کیا حکمت رکھی گئی ہے اگر قوت جاذبہ نہ ہوتی تو انسان غذا کو طلب کرنے کے لیے کیسے حرکت کرتا

جس میں بدن کا قوام ہے اور اگر قوت ماسکہ نہ ہوتی تو کھانا پیٹ میں کیسے ٹھہرتا جسے معدہ نے ھضم کرنا ہوتا ہے اور اگر قوت ہاضمہ نہ ہوتی تو وہ پکتا کیسے تاکہ اس سے صاف حصہ الگ ہوتا جو غذاء بدن بنے اور اس کی حاجت پوری کرے اور اگر قوت دافعہ نہ ہوتی تو وہ تلچھٹ جو ہاضمہ نے چھوڑی کیسے دفع کی جاتی اور آہستہ آہستہ نکال جاتی اور دیکھیں کس طرح اللہ نے اپنی حسن تدبیر اور لطیف کاریگری سے ان قوای پر ذمہ داری دی ہے بدن کیلئے اور اسکی اصلاح کیلئے میں اس میں ایک مثال دیتا ہوں بدن بمنزلہ گھر ہے بادشاہ کا اس میں اسکے قرابت دار و بچے و گھر کے انتظام والے ہیں ایک تو قرابت والوں کی ضروریات لانے کیلئے ہے دوسرا لیکر رکھنے کے لیے ہے تاکہ تیار کر سکے ایک اور اسکی تیاری کیلئے ہے اور تقسیم کرنے کے لیے ہے اور ایک اور ہے جو صفائی کرے گندگی وغیرہ سے اور کوڑا کرکٹ نکالے چنانچہ اس میں بادشاہ تو وہ خالق مطلق ہے جو کہ تمام جہانوں کا مالک ہے اور گھر یہ بدن ہے اور قرابت دار سکے اعضاء ہیں اسکا انتظام کرنے والے یہ قویٰ اربعہ ہیں اور شاید تو نے دیکھا ہو گا کہ ہمارا ذکر کرنا ان قویٰ اربع کو اور انکے افعال کو اور اسکے جو کہ بیان ہوا فضیلت اور زیادتی علم ہے اور جو میں نے ذکر کیا ہے وہ اس طرح نہیں جیسے کہ اطباء کی کتب میں مذکور ہے اور نہ ہی ہماری بات ان کی بات کی طرح ہے کیونکہ وہ تو ان کو ذکر کرتے ہیں اس طور پر جسکی ضرورت علم طب میں اور صحت بدن میں ہوتی ہے اور ہم اسکو ذکر اس طرح کرتے ہیں جسکی ضرورت اصلاح دین اور نفسوں کو گمراہی سے شفاء دینے میں ہوتی ہے جیسے کہ میں نے وضاحت کر دی ہے مکمل بیان سے اور تدبیر کے بارے میں ایک مثال بھی بیان کی ہے اور اسکی حکمت بھی بتا دی ہے:

قویٰ نفس اور انسان میں انکا مقام:

اے مفضل نفس میں موجود ان قویٰ پر غور کر انسان میں انکا مقام کہاں کہاں ہے میری مراد قویٰ نفسانی سے فکر اور وہم اور عقل اور حفظ وغیرہ ہے کیا خیال ہے اگر انسان ان قوتوں سے ناقص ہو مثلاً صرف حفظ ہی میں نقص ہو تو اسکی کیا حالت ہو اور کتنا خلل اسکے امور اور اسکی معاش اور تجارت میں واقع ہو جب اسکو یہ یاد نہ رہے کہ کیا اسکے فائدہ کا ہے اور کیا اس کے

نقصان کا ہے اور کیا اس نے لیا ہے اور کیا دیا ہے اور کیا دیکھا ہے اور کیا سنا ہے اور کیا کہا ہے اور کیا اسے کہا گیا ہے اور اسے یہ یاد نہ ہو کہ کس نے اس سے اچھا کیا ہے اور کس نے برا کیا ہے اور کیا نفع ہے کیا نقصان ہے پھر تو وہ کسی راستے پر رہ نہ پائے گا خواہ بے شمار دفعہ اس پر چلے اور نہ ہی کوئی بات جان سکے گا اگرچہ عمر بھر پڑھے اور نہ ہی کوئی اسکا دین ہو گا اور نہ ہی اسے تجربہ سے نفع ہو گا اور نہ ہی کسی گزری ہوئی شے سے عبرت پکڑ سکے گا وہ تو اس لائق ہو گا کہ انسانیہ سے ہی نکل جائے۔

انسان پر حفظ اور نسیان کی نعمت:

آپ انسان پر ان صفات میں نعمت پر نظر کریں کہ ایک صفت کا کیا مقام ہے چہ جائیکہ تمام ہوں اور انسان پر تمام حفظ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت بھول جانا ہے اگر بھولتا نہ ہوتا تو کوئی مصیبت نہ بھولتا اور اسکی حسرت ختم نہ ہوتی اور اسکا کینہ نہ جاتا اور وہ سامان دنیا میں سے اسکے آفات کو یاد کر کے کسی سے بھی فائدہ حاصل نہ کرتا اور نہ اسے بادشاہ سے امید ہوتی اور نہ حاسد سے کمی کی امید ہوتی آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں حفظ ونسیان دونوں کو کیسے نعمت بنا ڈالا ہے حالانکہ دونوں متضاد و مخالف ہیں اور ہر ایک میں ایک قسم کی مصلحت رکھ دی ہے کیا کہیں گے وہ لوگ جنہوں نے اشیاء کو دو الگ خالقوں میں تقسیم کر دیا ہے ان متضاد اور الگ الگ صفات والی اشیاء میں جبکہ وہ ان کو اکٹھی دیکھتے ہونگے کہ ان میں صلاحیت اور نفع پایا جاتا ہے۔

حیاء انسان کی خصوصیت بغیر دیگر حیوانات:

اے مفضل غور کر اس شے کی طرف جو صرف انسانی خصوصیت ہے مخلوق میں دیگر حیوانات میں نہیں پائی جاتی جسکی شان اونچی ہے اور اس کی بے پرواہی بھی عظیم ہے میری مراد اس سے حیاء ہے اگر یہ نہ ہو تو انسان مہمان کی مہمان نوازی نہ کرے اور کوئی وعدہ پورا نہ کرے اور نہ ضروریات کو پورا کرے اور کسی اچھائی کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی کسی بری بات

سے کسی شے میں اپنے آپ کو بچائے حتیٰ کہ بہت سے وہ امور جو اس پر فرض ہیں وہ بھی صرف حیاء کی وجہ سے کرتا ہے چنانچہ لوگوں میں سے ایسا شخص بھی ہوتا ہے اگر حیاء نہ ہو تو وہ اپنے والد کا حق بھی ادا نہ کرے اور نہ ہی رشتہ دار سے صلہ رحمی کرے اور نہ امانت کی ادائیگی کرے اور نہ بے حیائی سے ناک چڑھائے کیا پس آپ نہیں دیکھتے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے ہے جبکہ انسان میں وہ تمام عادات ہیں جن میں اس کی خیر خواہی اور اس کے امور کی تکمیل ہے۔

انسان کا گفتگو اور تحریر میں مخصوص ہونا:

سوچو اے مفضل کیا کیا اللہ کے انعام ہیں جسکا نام مقدس ہے اس انسان پر جن میں سے ایک گفتگو ہے جس سے وہ اپنے مافی الضمیر کو تعبیر و بیان کر لیتا ہے اور وہ بات بتلا سکتا ہے جو اس کے دل میں آئے اور اسکی فکر کا نتیجہ ہو اور اسی گفتگو کے ذریعے وہ دوسرے کے دل میں چھپی ہوئی بات کو سمجھ جاتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو انسان بے کار حیوان کی طرح ہوتا جو کہ اپنے بارے میں کوئی شے بھی نہیں بتلا سکتا اور نہ ہی کسی خبر دینے والے کو سمجھ سکتا ہے اور اسی طرح تحریر کرنا اس کے ذریعہ وہ سابقہ زمانے کی باتیں باقی آنے والے لوگوں کے لیے محفوظ کر لیتا ہے اور باقی لوگوں کی آئندہ ہونے والوں کے لیے رکھ لیتا ہے اور اسی تحریر کے بل بوتے پر علوم کی کتابیں اور آداب وغیرہ کی تحریرات ہمیشہ رہتی ہیں اور اسی سے انسان اپنے اور دوسرے کے درمیان معاملات و حساب وغیرہ کا جو ذکر ہوتا ہے اسے محفوظ کر لیتا ہے اگر یہ تحریر کا ملکہ نہ ہوتا تو ایک زمانے کی خبریں دوسرے کے لیے منقطع ہو جاتیں اور انکی خبریں بھی اور حالات بھی منقطع ہو جاتے جو اپنے وطنوں سے دور ہیں اور علوم مٹ جاتے اور آداب ضائع ہو جاتے اور کتنا بڑا خلل واقع ہوتا لوگوں کے اپنے امور اور معاملات میں اور کتنا نقصان ہوتا ان کے امر دین میں جس کے وہ ضرورت مند ہیں اور جو ان کے لیے روایت کیے جاتے ہیں جو کہ کسی جاہل کو وسعت نہیں ہوتی اور شاید تو یہ خیال کرے کہ یہ ایسی خصال ہیں جو کہ ان تک حیلے اور سمجھ سے پہنچا جا سکتا ہے اور یہ ایسی نہیں جو کہ انسان کو اس کی طبیعت و فطرت میں دی گئیں ہوں ایسے ہی کلام ایسی شے ہے جسکی لوگوں میں اصطلاح ہے اور ان میں جاری رہتی

ہے اسی لیے مختلف قوموں میں یہ مختلف ہوتی ہے اور ایسے ہی کتابت بھی عربی اور سریانی اور عبرانی اور رومی وغیرہ تمام تحریریں یہ قوموں میں متفرق ہیں اور سب کی اصطلاح میں اور سب اس سے اپنی صلاحیت حاصل کرتے ہیں جیسے کلام سے کرتے ہیں جسکا یہ دعوی ہے اس کو کہا جائے گا کہ انسان کے لیے اگرچہ ان دونوں امروں میں کام اور حیلہ ہوتا ہے لیکن وہ شے جس سے وہ اس فعل اور حیلہ تک پہنچتا ہے وہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہے جو اس کی فطرت میں رکھا ہے اگر اس کی زبان اس کے لیے تیار نہ کی گئی ہوتی اور ذہن جو ان امور کی رہنمائی کرتا ہے نہ دیا گیا ہوتا تو یہ کبھی بھی کلام نہ کر سکتا اور اگر اس کی ہتھیلی اس کے لیے تیار نہ کی گئی ہوتی اور انگلیاں کتابت کے لیے نہ بنائی گئی ہوتیں تو وہ کبھی بھی نہ لکھ سکتا اور اس میں جانوروں سے عبرت پکڑ جنکی نہ کلام ہے اور نہ تحریر ہے پس اس کو اللہ کی پیدائشی اور اللہ عزوجل کی بنائی فطرت سے رابطہ کر اور جوڑ لگا اس سے جو اس کا فضل اپنی مخلوق پر ہوتا ہے جو شکر کرتا ہے اسے ثواب ملتا ہے جو ناشکری کرتا ہے تو اللہ تمام جہان والوں سے بے پرواہ ہے۔

انسان کو وہ قوت دینا جو اس کے دین و دنیا کے مناسب ہو اور اس کے سوا سے روک دینا

اے مفضل غور کر ان قوتوں میں جن کا علم انسان کو دیا گیا اور جو انسان کو نہ دیں گئیں بے شک انسان کو وہ تمام علم دیا گیا ہے جس میں اس کی دنیا اور دین کی فلاح ہے چنانچہ جس میں اس کی دین کی اصلاح ہے ان میں سے ایک تو اللہ کی معرفت ہے جو اسکا خالق تبارک و تعالیٰ ہے اسکے لیے دلائل و شواہد اسکے اپنے اندر ہی موجود ہیں اور ان چیزوں کا علم جو اس پر واجب ہیں یعنی انصاف تمام لوگوں سے والدین سے حسن سلوک امانت کا ادا کرنا حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرنا اور اسکے مشابہ ایسی چیزیں جن کی معرفت کبھی کبھی ہوتی ہے اور اس کا اقرار و اعتراف طبیعت و فطرت میں ہر امت کے موافق یا مخالف ہوتا ہے ایسے ہی اس کو وہ علم دیا گیا جس میں اس کی دنیا کی صلاح ہے جیسے کہ کھیتی باڑی اور درخت لگانا، زمینوں سے ان کو نکالنا، بکریاں پالنا، جانور پالنا اور پانی نکالنا، اور جڑی بوٹیوں کا علم جن سے قسم قسم کی بیماریوں سے شفاء حاصل ہوتی ہے اور

معدنیات کا علم جن سے کئی انواع کے جواہرات نکالے جاتے ہیں اور کشتیوں کی سواری اور دریاؤں میں غوطہ خوری اور وحشی جانور کو اور پرندوں اور مچھلیوں کو شکار کرنے کے مختلف حیلے و تدبیریں اور کارخانوں میں تصرف و کاروبار اور منڈیوں کے طریقے اور تجارت کی جگہوں کا علم وغیرہ جن کی شرح طویل اور تعداد بہت زیادہ ہے ان چیزوں میں سے جن پر اس جہاں میں انسان کے امور کا انحصار ہے اللہ کی طرف سے اسکی دین و دنیا کے فائدے کیلئے سب علم انسان کو دیا اور جو اسکے امور ہے اس سے باز رکھا جب کہ اسکی شایان شان بھی نہیں اور اسکی طاقت سے بھی باہر ہیں مثلاً علم غیب اور آئندہ جو ہونے والا ہے اور بعض وہ جو ہو چکا ہے مثلاً آسمان کے اوپر کا علم اور زمین کے نیچے کا علم اور سمندر کی اشیاء اور جہانوں کے کناروں کا علم وغیرہ اور اسی طرح جو دوسروں کے دلوں میں ہے اور جو رحموں میں ہے اور اسکے مشابہ جو اشیاء کہ انکا علم انسان سے چھپایا گیا ہے اور ایک جماعت نے لوگوں میں سے ان امور کا دعوٰی کیا ہے پھر انکے دعوٰی کو باطل کر دیا انکی غلطیوں نے ان باتوں میں جو وہ بیان کرتے ہیں اور جو دعوٰی کیا اس پر جب حکم لگاتے ہیں پس غور کرو کیسے انسان کو وہ تمام علوم دیئے گئے جن کی اس کو دینی یا دنیاوی اعتبار سے ضرورت تھی اور چھپا لیتے اس سے تمام جو اسکے علاوہ تھے تاکہ وہ دنیا قادر ہونا اور ناقص ہونا جان لے اور دونوں امروں میں اس کی اصلاح ہے

وہ اشیاء کہ انسان سے انکا علم اسکی پوری زندگی پوشیدہ رکھا جاتا ہے

اب اے مفضل اس پر غور کرو کہ وہ کیا ہیں جنکا علم انسان سے پوری مدت حیات پوشیدہ ہے مثلاً اگر اسے اپنی عمر کی مقدار معلوم ہوتی اور وہ تھوڑی ہوتی تو زندگی سے خوش نہ ہو سکتا کیونکہ ساتھ ہی موت کی انتظار اور توقع ہوتی اور اسکے وقت کا پتہ ہوتا بلکہ وہ اس شخص کے بمنزلہ ہوتا جس کا مال فنا ہو جائے یا فناء کے قریب ہو جائے اور اسے محتاجی محسوس ہو اور معلوم ہو اور مال کے فنا کا ڈر اور فقر کا خوف ہو تو وہ جو انسان پر داخل ہو گا جس سے عمر فناء ہوتی ہے وہ ڈر بردار ہو گا انسان کے فناء مال کے ڈر سے کیونکہ جس کا مال کم ہو جائے اسے امید ہوتی ہے کہ بعد میں اور کہیں سے آجائے اس سے سکون ہو جاتا ہے لیکن

جسکو عمر کے فناء کا یقین ہو اس پر مایوسی مستحکم ہو جاتی ہے اور اگر کتنی ہی طویل عمر رکھتا ہو اور پھر اس عمر کا اسکو پتہ ہو تو معینہ مدت رہنے کا اسے بھروسہ ہو گا تو وہ لذات و معاصی میں منہمک ہو جائے گا اور ایسے کام کرے گا جس سے اپنی شہوت تک پہنچ سکے اور پھر آخر عمر میں توبہ کرے تو یہ ایسا خیال ہے جسے اللہ تعالی پسند نہیں کرتے اپنے بندوں سے اور نہ ہی قبول فرماتے ہیں کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اگر آپ کا کوئی غلام اس شرط پر کام کرے کہ تمہیں سال بھر ناراض کرے گا اور صرف ایک دن یا ایک مہینہ تجھے خوش رکھے گا تو یہ قبول نہیں ہوتی اور وہ تیرے پاس ایک صالح غلام کی صورت میں نہیں رہ سکتا بغیر اسکے کہ آپکی اطاعت دل میں رکھے گا تمام امور میں آپکی خیر خواہی کرے اور تمام اوقات میں ایسا ہو باوجود اسکے کہ حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں اگر آپ یہ کہیں کہ کیا ایسا نہیں ہوتا کہ انسان معصیت پر کتنا عرصہ قائم رہتا ہے پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اسکی توبہ قبول کی جاتی ہے تو میں کہوں گا یہ شے انسان سے اس پر شہوات کے غلبہ سے ہوتی ہے اور شہوات کی مخالفت ترک کرنے کی وجہ سے ہے اس میں اسکے نفس کی تدبیر و اندازہ اور امر کی بنیاد نہیں ہوئی اسلئے اللہ در گزر کر دیتے ہیں اور مغفرت سے فضل کر دیتے ہیں لیکن جو خود فیصلہ کرے کہ وہ جس قدر ہو سکے گا معصیت کرے گا اور آخر میں توبہ کر لے گا تو پھر یہ ایسی ذات کو دھوکہ دے رہا ہے جسکو دھوکہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اس دنیا میں تو لذت کا قرض دے اور وعدہ کرے اور امید آئندہ اپنے نفس کو توبہ کی دلائے اور پھر اس لئے بھی کہ وہ پورا نہ کر سکے گا جو وعدہ کر گا کیونکہ آسائش کو چھوڑنا اور تلذذ سے نکلنا اور توبہ کی مشقت برداشت کرنا خصوصاً بڑھاپے اور بدن کی کمزوری کے موقع پر انتہائی دشوار معاملہ ہے اور نہیں اعتبار کیا جا سکتا کسی انسان پر توبہ کی مدافعت ٹالنے کے باوجود کہ اس پر موت زبردستی کرے اور وہ دنیا سے بلا توبہ ہی چلا جائے جیسے کہ کسی آدمی پر کسی کا قرضہ ایک مدت معینہ تک ہو اور وہ اس کے ادا کرنے پر قادر بھی ہو پھر بھی وہ اس میں ٹال مٹول کرتا رہے حتی کہ موت آجائے اور مال بھی ختم ہو جائے اور قرضہ اسی طرح اس پر قائم رہے اس لئے انسان کیلئے تمام اشیاء سے یہ بہتر ہے کہ اس سے اس کی عمر کی انتہاء چھپائی جائے۔

چنانچہ وہ اپنی پوری عمر میں موت کا منتظر ہو گا اور گناہوں کو چھوڑ دے گا اور عمل صالح کو ترجیح دے گا اگر تم کہو کہ یہ انسان اس وقت جب کہ اس کی مقدر حیات پوشیدہ ہے اور وہ ہر وقت موت کا منتظر ہے بے حیائیاں کرتا ہے اور حرام کاموں میں مصروف رہتا ہے حرمات کا احترام نہیں کرتا تو ہم کہیں گے کہ اصل تدبیر اس باب میں تو وہی ہے جس پر یہ نظام جاری ہے پس اگر انسان اس کے باوجود باز نہیں آتا اور برائیوں سے نہیں پھرتا تو پھر یہ اسکی اکڑ اور دل کی سختی کی وجہ سے ہے تدبیر میں غلطی کی وجہ سے نہیں ہے جیسے کہ طبیب مریض کو وہ اشیاء بیان کرتا ہے جن میں اس کا نفع ہے لیکن اگر مریض طبیب کی بات کی مخالفت کرے اور جو اس نے امر کیا ہو تو اس پر عمل نہ کرے اور جس سے روکا ہے اس سے نہ رکے تو اسکے بیان کردہ سے نفع بھی حاصل نہ ہو گا اور یہ اس طبیب کی غلطی نہ ہو گی بلکہ مریض کی غلطی ہو گی کہ وہ اسے قبول کرتا : اور اگر انسان موت کے خطرہ کے باوجود ہر وقت معاصی سے نہ رکے تو اگر اسے لمبی زندگی پر اعتماد ہو تو زیادہ لائق ہے اسکے کہ وہ انتہائی خوفناک قسم کے کبیرہ گناہوں کی طرف نکل کھڑا ہو لہذا موت کا خطرہ ہر حال میں اسکے لیے زندگی اور بقاء کے اعتماد سے زیادہ بہتر ہے پھر اگر موت کا خطرہ رہے تو وہ اگرچہ ان لوگوں کی قسم میں ہو جو غفلت میں پڑے ہیں اور نصیحت نہیں حاصل کرتے تو ہو سکتا ہے دوسری قسم کے لوگوں کو اس سے نصیحت حاصل ہو جائے اور وہ معاصی سے نکل آئیں اور عمل صالح کو ترجیح دیں اور وہ اپنے مالوں اور نفیس جواہرت کو صدقہ میں فقراء و مساکین پر خرچ کریں تو پھر انصاف نہ ہو گا کہ وہ اس انتفاع سے محروم رہیں اس عادت سے اس بنا پر کہ انہوں نے اپنا حصہ ضائع کر دیا ہے۔

خواب اور سچے و جھوٹے کا ملاپ اور اسکا راز وہ اشیاء جو انسانی حاجات کیلئے پیدا ہوتیں اور اسکی وضاحت

اے مفضل غور کرو انسانی خوابوں کو کہ ان میں کیا تدبیر بنائی گئی ہے کہ سچ و جھوٹ کو ملا دیا ہے کیونکہ یہ خواب اگر سارے سچے ہوتے تو تمام لوگ انبیاء ہوتے اور اگر سب جھوٹے ہوتے تو ان میں کوئی فائدہ نہ ہوتا بلکہ ایک زائد شے بلا حقیقت ہوتی

چنانچہ خواب کبھی سچے ہوتے ہیں ان سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے اپنی کسی مصلحت میں رہنمائی مل جاتی ہے یا مضرات سے بچ جاتے ہیں اور اکثر جھوٹے ہوتے ہی تا کہ ان پر پورا بھروسہ نہ کیا جائے

اے مفضل ان اشیاء میں فکر کرو جن کو تم دیکھتے ہو کہ وہ جہان میں انکی ضرورتوں کے لئے تیاری کی گئی ہیں چنانچہ مٹی عمارت کے لیے اور لوہا صنعتوں کے لیے اور لکڑی کشتی وغیرہ کیلئے اور پتھر چکیوں وغیرہ کیلئے اور تانبا برتنوں کے لیے اور سونا و چاندی معاملہ اور ذخیرہ کیلئے اور دانے غذا کیلئے اور پھل ذائقہ کیلئے اور گوشت کھانے کیلئے اور خوشبو لذت کے حصول کے لیے اور دوائیں تندرستی کیلئے اور چوپائے بار برداری کیلئے اور ایندھن جلانے کیلئے اور راکھ چونے کیلئے اور ریت زمین کیلئے اور کتنی ایسی چیزیں کہ شاید ہی کوئی شمار کرنے والا انکو گن سکے آپ دیکھیں اگر تو کسی گھر میں داخل ہونے والا داخل ہو اور وہ ان خزانوں کو دیکھے جو بھرے ہوئے ہوں پھر ایسی شے سے جسکی انسانوں کو ضرورت ہوتی ہے اور اسکے ساتھ وہ دیکھے کہ یہ سب جمع شدہ معروف اسباب کے لیے تیار ہیں تو کیا وہ یہ وہم کر سکتا ہے کہ یہ سب خود بخود اھمالاً ہو گیا اور بلا قصد ہوا اور کیسے کوئی کہنے والا اسکو جائز قرار دے گا کہ یہ کہے کہ یہ پورے عالم میں طبیعت کا کام ہے اور جو کچھ اس میں تیار کیا گیا ہے وہ سب طبعی ہے ذرا غور کر اور عبرت حاصل کر اے مفضل ان اشیاء سے جو انسانی حاجتوں کیلئے پیدا کی گئی ہیں اور جو کچھ اس میں تدبیر کی گئی ہے کہ دانے اس کی خوراک کیلئے اور اسکو مکلف بنایا گیا کہ اسے پیسے اور گوندھے اور روٹی پکائے اور اس کے لیے اون پیدا کی گئی پہننے کے لیے تو اسے مکلف بنایا گیا کہ اسے دھنے اور کاتے اور بنے اور اسکے لئے درخت پیدا کئے گئے اور اسے انکو زمین میں بونے اور انکو پانی دینے اور انکو نگرانی کرنے کی تکلیف دی گئی اور اسکے لئے جڑی بوٹیاں دوائیوں کے لیے تیار کی گئیں تو اسے انکو جگہ جگہ سے اٹھانے اور ملانے اور بنانے کا مکلف بنایا گیا اسی طرح آپ ایسی مثال پر تمام اشیاء کو پائیں گے آپ دیکھیں کیسے مخلوق کو کافی ہوتی وہ چیزیں جن کا اسکی طرف سے کوئی حیلہ نہ ہوتا اور ہر شے کیلئے عمل و حرکت کی جگہ چھوڑ دی گئی کیونکہ اس میں بھی اسکی مصلحت ہے کیونکہ اگر سب کافی ہو جائیں حتی کہ اسکے لئے اشیاء میں کوئی مصروفیت و عمل نہ رہتا تو اسکو یہ

زمین اتراتے ہوئے اکڑتے ہوئے کو نہ اٹھاتی اور یہ بات یہاں تک پہنچ جاتی کہ وہ ایسے امور حاصل کرتا جن میں اسکی جان بھی تلف ہو جاتی اور اگر کافی ہو جاتی خود بخود ہر وہ شے جسکے وہ محتاج ہوتے تو وہ زندگی پر خوشی نہ کرتے اور نہ ہی لذت پاتے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر ایک آدمی کسی کے ہاں مہمان بنے اور کچھ دیر رہے اور وہ پہنچے تمام ان چیزوں کو جنکی اسے ضرورت ہو کھانے پینے خدمت وغیرہ میں سے تو وہ فراغت سے اکتا جائے اور اسکا نفس اسے کسی مصروفیت کی طرف کھینچے تو کیسے ہوگا اگر طویل عمر اسکی مکمل کفایت کی جائے اسے کسی کام کی طلب نہ ہو۔ لہذا درست تدبیر ان تمام اشیاء میں یہ ہے کہ جو انسان کیلئے پیدا کی گئی ہیں اسکے لیے دن میں اسکے کچھ کام کرنے کی جگہ رکھی جائے تاکہ وہ بے کاری سے اکتا نہ جائے اور تاکہ وہ باز رہے ان چیزوں کے حصول سے جن کے حصول میں اس کے لیے بہتری نہ ہو۔

روٹی اور پانی انسان کی معاش کی اہل اور زندگی کی بنیاد ہے

تمہیں اے مفضل معلوم ہونا چاہیے کہ اصل بنیاد انسان کی زندگی اور معاش کی روٹی ہے اور پانی ہے تم دیکھو کہ ان دونوں معاملے میں کیا تدابیر کی گئی ہے انسان کی ضرورت پانی کی شدت ہے بانسبت اسکی روٹی کی ضرورت کے کیونکہ اس کو بھوک سے صبر کرنا زیادہ ہے بانسبت پانی سے رکنے کے اور اسکی ضرورت پانی کی روٹی سے زیادہ ہے کیونکہ اس کا وہ حاجت مند ہے اس کے پینے کیلئے اور نہانے کیلئے اور وضو کیلئے اور کپڑے دھونے کیلئے اور جانوروں کو پلانے کیلئے اور کھیتی کیلئے پس پانی کو عام صرف ہونے والی شے بنایا گیا اسے خریدنا نہ پڑے تاکہ انسان سے اسکو تلاش کرنے اور اسکے لئے تکلف کرنے کی مشقت ساقط رہے اور روٹی کو مشکل بنا دیا کہ وہ بغیر چلے اور حرکت کے حاصل نہیں ہوتی تاکہ انسان کی اس میں مصروفیت ہو جو اسکو

روکے ان چیزوں سے جن کی طرف فراغت اسے نکال کے لے جائے جیسے کہ فضولیات وشرارتیں کیاآپ نہیں دیکھتے کہ بچوں کو کسی مودب ادب دسکھانے والے کی ضرورت ہوتی ہے یہ ایک بچہ ہے اسکی ذات تعلیم کے لئے مکمل نہیں ہے یہ سب اس لئے تاکہ وہ بازرہے فضول کھیل کود سے جو کہ بعض اوقات اس بچے پر اور اسکے اہل خانہ پر بہت بڑی ناپسندید گی ڈال دیتے ہیں ایسے ہی انسان اگر وہ مشغولیت سے خالی ہو تو وہ شرارت و فضولیات و بیکاری سے ایسی شے کی طرف چلا جائے گا جس کا نقصان اس سے بھی بڑا ہو گا اور ان کو بھی ہو گا جو اسکے قرب وجوار میں ہوں اور ملاحظہ کر اس سے ایسے شخصوں کا جو پلے بڑھے ہوں نئی روشنی میں اور خوش عیشی میں اور مالداری میں اور ہر ضرورت کے پورا ہونے میں اور پھر جو جواشیاء پھر اسکے نتیجے میں اس کے افعال میں آتی ہیں۔

لوگوں کی شکلوں کا مختلف ہونا اور جانوروں پرندوں کا آپس میں مشابہ ہونا

حیوان کے بدنوں کا بڑھنا اور رکنا اور اسکا سبب اور اسکی حکمت:

آپ غور کریں کہ انسان ایک دوسرے سے مشابہ کیوں نہیں ہوتے جیسے کہ وحشی جانور اور پرندے وغیرہ آپس میں مشابہ ہوتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ ہرنیوں کا ریوڑ اور کونجوں کی ڈار آپس میں مشابہ ہوتی ہے ایک دوسری میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن تم انسانوں کو دیکھو گے کہ انکی صورتیں اور ڈھانچے مختلف ہوتے ہیں حتی کہ دو بھی ان میں سے ایسے نہیں ہوتے کہ کسی صفت میں جمع ہوں اور سبب اسکا یہ ہے کہ انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ انکے حلیے اور صورت سے پہچان ہو کیونکہ ان میں معاملات جاری ہونے ہیں اور ایسے معاملات چوپائیوں میں جاری نہیں ہوتے جس سے انکو ہر ایک کے لئے اسکے حلیہ

اور صورت کی ضرورت پڑے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ پرندوں اور وحشی جانوروں کا ہم شکل ہونا کوئی نقصان دہ نہیں ہے جبکہ انسان کے لئے ایسے نہیں کیونکہ بعض موقوں پر جڑواں بچے آپس میں شدید مشابہ ہوتے ہیں تو لوگوں کو انکے معاملات میں بہت تکلیف اٹھانی پڑتی ہے حتی کہ ایک کو دوسرے کے بدلے دے دیا جاتا ہے اور ایک کو دوسرے کے گناہ میں پکڑ لیا جاتا ہے اور ایسا کبھی کبھی اشیاء کی مشابہت کی وجہ سے ہوتا ہے چہ جائیکہ کہ اگر صورتوں میں بھی مشابہت ہو تو پھر کیا ہو: پس کون ہے جس نے اپنے بندوں کی ان بارکیوں کی مہربانی فرمائی ہے جو کہ دل میں بھی نہیں کھٹکتی حتی کہ اس کی درستی سے واقف ہو سوائے اسکے جسکی رحمت پر ہر شے پر وسیع ہے اگر آپ کسی انسانی شکل کو دیوار پر تصویر دیکھیں اور آپ کو کوئی کہنے والا کہے کہ یہ یہاں پر ظاہر ہو رہا ہے خود بخود بغیر اسکے کہ اسکو کسی نے بنایا ہو تو آپ یہ مان لیں گے بلکہ آپ اس پر ہنسیں گے تو پھر آپ اس کا کیسے انکار کر سکتے ہیں ان جامد شکل والی صورتوں میں اور نہ ہی آپ انکار کر سکتے ہیں انسان میں جو زندہ اور بولنے والا ہے۔انسان کے بدن کیوں بنے ہیں اور یہ ہمیشہ غذا کھاتے رہتے ہیں لیکن اوپر کو بڑھتے نہیں بلکہ کچھ بڑھ کر بڑھنے کی ایک حد پر جا کر رک جاتے ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے: اگر تدبیر نہ ہوتی تو ایسا نہ ہوتا کیونکہ حکیم و دانا کی تدبیر اس میں یہ ہے کہ ہر قسم کے ابدان ایک معین مقدار پر ہوں بڑے چھوٹے کا فرق نہ ہو اور جب بڑھیں تو اس حد تک پہنچیں پھر رک جائیں اور آگے نہ بڑھیں اور خوراک اسکے باوجود ہمیشہ جاری رہے منقطع نہ ہو چنانچہ اگر وہ اس سے ہمیشہ بڑھتا ہی رہے تو بدن بہت بڑے ہو جائیں اور اسکے اندازوں میں اشتباہ ہو جائے حتی کہ کسی شے کی کوئی معروف حد نہ رہے۔

وہ اشیاء جو انسانی جسم کی حرکت کرنے اور چلنے سے پیش آتی ہیں اگر اسے کوئی تکلیف نہ ہو

کیوں ایسا ہے کہ انسانی جسم خصوصی طور پر حرکت کرنے اور چلنے سے بوجھل ہوتا ہے اور خشک ہوتا ہے باریک صنعتوں سے مگر صرف اس لیے تاکہ مشقت بڑھے ان اشیاء میں جن کی لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے پہننے کیلیئے سونے کیلیئے اور کفن کے لئے وغیرہ اگر انسان کو تکلیف اور درد نہ ہوتا تو پھر وہ کس لئے فحش باتوں سے رکتا اور اللہ کے لئے تواضع کیوں کرتا اور لوگوں پر

مہربانی کیوں کرتا کیاآپ دیکھتے نہیں کہ انسان کو جب تکلیف ہوتی ہے تو جھک جاتا ہےاور نرم ہو جاتا ہےاور اپنے رب کی طرف عافیت میں رغبت کرتا ہےاور پھر اپنے ہاتھ صدقہ کیلیئے وسیع کر دیتا ہےاور اگر اسے چوٹ سے درد نہ ہو تو پھر بادشاہ بدکاروں کو سزا کیوں دے اور نافرمانوں سرکشوں کو ذلیل کیوں کرے اور کس وجہ سے بچے علوم اور ہنر سیکھیں اور کیوں کر غلام لوگ اپنے مالکوں کے سامنے ذلیل ہوں اور انکی فرمانبرداری کو تسلیم کریں کیا یہ ڈانٹ نہیں ہے ایسے ابن ابی العوجاء کے لئے اور اسکے ساتھ والوں کے لئے جو تدبیر کے منکر ہیں اور مانویہ کے لئے جو کہ درد اور تکلیف کا انکار کرتے ہیں۔

اگر مذکر و مونث پیدا نہ ہوتے تو حیوانات ختم ہو جاتے

اگر حیوانات سے صرف مذکر پیدا ہوتے یا فقط صرف مونث پیدا ہوتے تو کیا نسل منقطع نہ ہو جاتی اور حیوان کی جنسوں کے ساتھ ہلاک ہو جاتا پس اولاد تو ایسی ہوئی کہ مذکر آئی اور بعض اس میں سے مونث پیدا کرتے ہیں تاکہ نسل کا ہونا دائمی رہے اور منقطع نہ ہو۔

زیر ناف کے بال بلوغ کے وقت اگنا اور مرد کے لئے داڑھی کا اگنا نہ کہ عورت کے لیے اور اس میں کیا حکمت ہے

کیوں ایسا ہوا کہ مرد اور عورت جب بلوغ کو پہنچے تو ان کے زیر ناف بال اگنے لگے پھر مرد کی داڑھی اگی اور عورت اسکے بر خلاف ہو گئی اگر اس میں حکمت کار فرما نہیں ہے تو پھر یہ کیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے مرد کو منتظم بنایا ہے اور عورت پر نگران بنایا ہے اور عورت کو بیوی و خدمت گار مرد کیلیئے بنایا ہے اور مرد کو داڑھی دے دی کیونکہ اس کے لئے عزت و جلال و ہیبت درکار تھا لیکن عورت سے یہ روک لی تاکہ اسکے چہرے پر تازگی اور رونق برقرار رہے اور خوش طبع اور ساتھ لیٹنے میں

اشکال ہونے لگے کیا آپ نے اسکی خلقت نہیں دیکھی وہ کیسے اشیاء میں درست طریقہ لاتا ہے اور غلطی کی جگہ خلل ڈال دیتا ہے لہذا وہ دیتا یا روکتا ہے تو بقدر ضرورت وحاجت کے مصلحت کے حکمت والے اللہ عزوجل کی تدبیر سے ہوتا ہے

مفضل نے کہا کہ پھر زوال کا وقت ہو گیا تو میرے آقاؑ نماز کے لئے اٹھ گئے اور فرمایا کہ کل سویرے میرے پاس آنا چنانچہ میں آپ کے پاس سے معلومات سے خوش ہو کر واپس آیا اترا رہا تھا اس پر جو مجھے دیا گیا تھا اور تعریف کر رہا تھا اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر جو اس نے مجھ پر انعام کیا شکریہ کرتے ہوئے اس پر جو اس نے مجھے عطا فرمایا بذریعہ اسکے جو مجھے چیزیں میرے آقاؑ نے بتلائیں اور مجھ پر مہربانی فرمائی چنانچہ میں اپنے اس عطیہ پر انتہائی خوشی خوشی رات میں سویا اور

حیران ہو رہا تھا اس سے جو آپ نے مجھے عنائت فرمایا تھا۔

المجلس الثانی

مفضل نے کہا: جب دوسرا دن ہوا تو میں اپنے آقاؑ کے ہاں سویرے چلا گیا مجھے اجازت دی گئی تو میں داخل ہوا پس آپؑ نے مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تو میں بیٹھ گیا آپؑ نے فرمایا: سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو کہ سب دوروں کی تدبیر کرنے والا اور طبق در طبق تہوں کو لوٹانے والا ہے اور جہاں در جہاں بدلنے والا ہے تا کہ بروں کو جو انہوں نے عمل کیے انکا بدلہ اور اچھوں کو اچھا بدلہ دے یہ اس کا انصاف ہے مقدس ہیں اسکے نام اور بڑی ہیں اسکی نعمتیں وہ ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے ہیں اور اس ذات مقدس کا یہ قول اس کی شہادت دیتا ہے فمن یعمل مثقال ذرہ خیرا یرہ، ومن یعمل مثقال ذرہ شرا یرہ ایسی مثالیں اسکی کتاب مقدس میں ہیں کہ جس میں کل شے کی وضاحت ہے اور غلط بات اس کے آگے پیچھے کہیں بھی نہیں آسکتی وہ حکمت والے تعریفوں والے کی طرف سے نازل شدہ ہے اسی لیے جناب سیدنا محمدؐ نے فرمایا ہے کہ یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جو تمہاری طرف واپس پھیرے جاتے ہیں۔ پھر امامؑ نے تھوڑی دیر سر

جھکائے رکھا اور فرمایا اے مفضل مخلوق حیران ہے اندھے ہیں اپنی سرکشی میں مدہوش شک میں پڑے ہوئے ہیں اور شیطانوں اور طاغوتوں کی اقتداء کرتے ہیں آنکھوں والے ہو کر اندھے ہیں دیکھتے نہیں بولنے والے ہو کر گونگے ہیں سمجھتے نہیں اور کانوں والے ہو کر بہرے ہیں سنتے نہیں حقیر شے پر راضی ہو رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں عقلمندوں کے راستے سے ہٹ گئے ہیں اور نجاست گندگی کی چراہ گاہ میں چر رہے ہیں گویا وہ اچانک موت آنے سے بے خوف ہیں اور سزا کے معاملے سے الگ تھلگ ہیں ہائے افسوس کس قدر ان کی بدبختی ہے اور کتنی طویل مشقت ہے اور کتنی شدید مصیبت ہو گی جس دن کوئی دوست دوست کے کام نہ آئے گا اور نہ ہی انکی مدد کی جائے گی سوائے اسکے جس پر وہ خود رحم کرے: مفضل کہتے ہیں جب میں نے یہ سنا تو میں رونے لگ گیا آپؑ نے فرمایا مت رو جب تم قبول کر چکے ہو تو چھوٹ گئے اور جب پہچان گئے تو نجات پا گئے پھر فرمایا کہ میں حیوان کے ذکر سے ابتداء کرتا ہوں تا کہ اسکے معاملے میں تیرے سامنے وضاحت ہو جائے تا کہ اسکا غیر بھی واضح ہو چنانچہ غور کرو حیوان کے بدن کی عمارت کی طرف اور اسکی تیاری پر جس پر وہ قائم ہے کہ وہ نہ تو سخت ٹھوس ہے پتھر کی طرح اگر ایسی ہوتی تو ادھر ادھر مڑ نہ سکتے اور کام میں تصرف نہ کر سکتے اور نہ ہی وہ انتہائی نرم اور ملائم ہے ورنہ وہ اپنا بوجھ نہ برداشت کر سکتی اور خود نہ کھڑی ہو سکتی چنانچہ وہ عمارت گوشت سے نرم بنائی گئی تا کہ وہ مڑ سکے اور دوہری ہو سکے اور اس کے اندر رکھی ہیں مضبوط ہڈیاں جنہیں تھامے ہوئے ہیں پٹھے اور رگیں ان کو باندھے ہوئے ہیں اور بعض بعض سے ملی ہوئی ہیں اور اس کے اوپر چمڑے کا غلاف چڑھا دیا گیا جو سارے بدن پر مشتمل ہے اور اس طرح کی اور بہت سی چیزیں ہیں یہ ایک مجسمے کی طرح ہے جو کہ لکڑیوں سے تیار کیا جائے اور اسے کپڑے کی ٹاکیوں سے اور چھیتھڑوں سے لپیٹا جائے اور دھاگوں سے باندھا جائے اور اسکے اوپر روغن گوند سے کر دیا گیا ہو تو ہڈیاں بمنزلہ چمڑے کے ہے پس اگر یہ ہو سکتا ہے کہ حیوان متحرک پیدا ہو گیا ہے خود بخود بغیر کسی بنانے والے کے تو پھر ہو سکتا ہے اسکی مثال بے جان چیزیں بھی ہو سکیں اور اگر یہ جائز نہیں ہے جامد مجسموں میں تو پھر حیوانات میں بطریق اولیٰ جائز نہ ہو گا۔

جانوروں کے جسم اور ان کو کیا دیا گیا اور ان کو کیا نہیں دیا گیا اور اسکے اسباب حیوانات کی تینوں اصناف کا پیدا کرنا

اے مفضل سوچ اسکے بعد چاپائیوں کے جسموں میں کہ وہ بھی جب انسان کے بدن کی طرح گوشت وہڈیاں وپٹھوں ہی سے پیدا کئے گئے اور ان کو بھی کان اور آنکھیں دی گئے ہیں تاکہ انسانی ضرورت پوری کریں کیونکہ وہ اگر اندھے اور بہرے ہوتے تو ان سے انسان نفع حاصل نہ کر سکتا اور نہ ہی اپنی ضرورت میں ان میں سے کسی میں تصرف کر سکتا لیکن پھر انکو ذہن وعقل نہیں دی گئی تاکہ وہ انسان کے مطیع ہوں اور اس کے آگے انکار نہ کریں جب بھی وہ ان کو شدید تکلیف میں ڈالے اور ان پر بھاری بوجھ لادے اگر کوئی یہ سوال کرے کہ انسان کے لئے تو غلام ہوتے ہیں جو کہ اس کے تابع ہوتے ہیں اور اسکا کہنا مانتے تھے شدید تکلیف میں بھی اور وہ اسکے باوجود عقل وذہن سے بے بہرہ نہیں ہوتے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا یہ قسم بہت کم ہے اکثر لوگ ایسے فرمانبرداری نہیں کرتے جیسے کہ جانور کرتے ہیں اٹھانا آٹا پیسنا اور اسکے مشابہ کئی کام اور نہ ہی وہ خواہش کرتے اس طرح جیسے کہ اسے ضرورت ہوتی ہے پھر اگر انسان ہمیشہ کریں اور جیسے کام اپنے بدنوں سے تو پھر وہ دیگر تمام کاموں سے مشغول ہو جائیں کیونکہ ایک اونٹ کی جگہ اور ایک خچر کی جگہ آدمی چاہیں تو یہ ہی کام لوگوں کو اپنے میں لگائے رکھے گا حتی کہ نہ ہوگا ان میں اس کام سے زائد وقت اور ہنروں کے لیے باوجود اس کے کہ اس سے انکو بدن میں شدید تھکاوٹ اور معاش میں بڑی مشکل پیش آئے گی ذرا غور کر اے مفضل حیوان کی ان تین قسموں میں اور انکی پیدائش میں ان کی اس حالت پر جس پر وہ ہیں کہ اس میں ایک کی بہتری ہے۔ پس انسان جب اس پر قادر ہیں کیونکہ وہ ذہین اور سمجھ اور دخل اندازی والے ہیں کہ وہ ایسے ہنر انجام دیں یعنی عمارتیں بنانا تجارت کرنا اور اشیاء کو بنانا اور سینا پرونا وغیرہ تو ان کے لیے بڑی ہتھیلیاں موٹی انگلیوں والی پیدا کی گئیں تاکہ وہ چیزوں کو پکڑنے کے لیے قدرت رکھیں اور ان ہنروں پر اپنی گرفت رکھ سکیں۔

وہ حیوانات جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور انکے پیدا کرنے کی حکمت

گوشت خور حیوانات کے لیے جب تقدیر یہ ہے کہ انکا معاش وکاروبار شکار ہے تو انکے لیے ہتھیلیاں باریک لپٹی ہوئی چنگل و پنجے والی پیدا کی گئیں جو کہ شکار پکڑنے کا کام دے سکیں لیکن وہ کوئی ہنر وغیرہ نہ کر سکیں اور جڑی بوٹیاں کھانے والے جانوروں کے لیے یہ مقدر ہے کہ وہ ایسے ہوں کہ نہ ہی ہنر انجام دیں اور نہ شکار کریں تو ان میں سے بعض کے لیے تو ناخن پیدا کر دیئے جوان کو زمین کی سختی سے بچائیں جب کہ وہ چراہ گاہ سے چارہ تلاش کرنے کی کوشش کریں اور بعض کے لیے کھر بنا دیئے جن پر خول چڑھا دیا گہرائی والے جیسے کہ پاؤں کا تلوا ہوتا ہے زمین کے اوپر بچھ جاتا ہے اسکے سوار ہونے اور بوجھ لانے کے وقت تو اس میں غورر کرو کہ گوشت خور حیوانات کے لیے جب تیز دانت اور مضبوط پنجے اور باچھیں اور وسیع منہ بنا دیا تو وہ اس بات پر قادر ہوتے کہ انکا کھانا گوشت ہو جو کہ ان کے ہم شکل خلقت میں پیدا کئے گئے ہیں اور اسکے لئے ضرور آلات و ہتھیاروں سے بھی مسلح کر دیئے گئے اور اسی طرح آپ شکاری پرندوں کو پائیں گے کہ وہ ایسی چونچوں اور پنجوں سے مزین ہیں جو اس کام کے لیے دیئے گئے ہیں اگر وحشی جانوروں کا پرندوں کی طرح پنجے دیئے جاتے تو ان کو وہ چیز دی جاتی جسکی ان کو ضرورت نہیں کیونکہ انہوں نے نہ شکار کرنا ہے اور نہ گوشت کھانا ہے اور درندے ناخنوں و کھروں والے ہوتے تو بھی ان کو اپنی ضرورت سے روک دیا ہوتا یعنی وہ ہتھیار جن سے وہ شکار کریں اور کھانے کا بندوبست کریں آپ دیکھ رہے ہیں کہ دونوں قسموں میں سے ہر ایک کو اس طرح آلات دیئے گئے جو کہ اسکی ہم شکل و ہم جنس و طبقہ کے مطابق ہیں بلکہ اس میں اسکی بقاء اور اصلاح بھی ہے۔

چوپائے اور انکی اولاد کا مستقل ہونا

اب آپ چوپائیوں کو دیکھیں کہ کیسے اپنی ماؤں کے پیچھے پیچھے خود بخود چل رہے ہوتے ہیں نہ اٹھانے کی ضرورت ہے نہ تربیت کی جیسے کہ انسان کی اولاد ہوتی ہے پس اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی ماؤں کے پاس وہ نرمی و علم تربیت اور ہاتھوں سے اور انگلیوں سے ان کو اٹھانے کی قوت جو اس مقصد کے لیے ہوتی ہے موجود نہیں ہے چنانچہ انکو اٹھنے اور کھڑا ہونے کی خود بخود قوت دیدی اس طرح اکثر پرندے مثلاً مرغی اور تیتر اور چکور آہستہ بڑھتے اور دانہ چنتے ہیں یہاں تک کہ جیسے ہی وہ انڈے سے نکلتے ہیں لیکن جو کمزور ہوتے ہیں اٹھ نہیں سکتے مثلاً کبوتر کے بچے یا جنگلی پرندے کے بچے یا سرخ پرندے کے بچے تو اللہ تعالیٰ نے انکی ماؤں میں زیادہ مہربانی ڈال دی تو وہ انکی خوراک انکے مونہوں میں اگلتے ہیں جبکہ پہلے اپنے پوٹوں میں بھر لیتے ہیں اور ایسا مسلسل کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ خود وہ کام کرنے لگتے ہیں اسی لئے کبوتر کو زیادہ بچے نہیں دیئے گئے جیسے کہ مرغی کو دیئے گئے ہیں تاکہ ماں کو اپنے بچوں کی تربیت کی قوت ہو اور وہ نہ خراب ہوں نہ مریں تو ہر ایک کو اللہ علیم و خبیر حکمت والے کی تدبیر کا ایک حصہ عطا کیا گیا ہے

حیوانوں کی ٹانگیں اور انکی حرکت کی کیفیت درندوں میں عقل و فکر و سوچ کا نہ ہونا اور اسکا فائدہ

دیکھو حیوان کی ٹانگوں کو کیسے وہ اکھٹی آتی ہیں تاکہ چل سکیں اگر وہ الگ الگ ہوتیں تو اسکی صلاحیت نہ رکھتیں کیونکہ چلنے والا اپنے پاؤں کو منتقل کرتا ہے تو کچھ پر وہ سہارا لیتا ہے چنانچہ دو پاؤں والا ایک پاؤں کو منتقل کرتا ہے اور ایک پر سہارا لیتا ہے اور چار والا دو پاؤں کو منتقل کرتا ہے اور اور دو پر سہارا لیتا ہے اور یہ بھی مخالف جانب سے کیونکہ چار پاؤں والا اگر دونوں پاؤں ایک طرف سے منتقل کردے اور دوسری جانب کے دونوں پاؤں پر سہارا لے تو وہ برقرار نہ رہ سکے گا جیسے کہ چارپائی وغیرہ

چنانچہ وہ جانور اپنے اگلے پاؤں دائیں جانب والے کو منتقل کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی پچھلے بائیں والے کو منتقل کرتا ہے اور دوسرے دونوں کا مخالف جانب سے زمین پر ٹکائے رکھتا ہے اور جب چلتا ہے تو گرتا نہیں ہے۔

حیوانات مسخر شدہ کا فرمانبرداری کرنا انسان کی اور اسکا سبب

کیا آپ نے گدھے کو نہیں دیکھا کیسے مطیع ہوتا ہے دانے پیسنے کیلیئے اور بار برداری کیلیئے حالانکہ وہ دیکھتا ہے کہ گھوڑا چھوڑا ہوا اور انعام دیا گیا ہے اور اونٹ ایسا جانور ہے کہ اگر فرمانبرداری نہ کرے تو کوئی آدمی بھی اسکو قابو نہیں کر سکتے لیکن وہ ایک بچے سے کیسے مطیع ہو جاتا ہے اور بیل سخت کیسے مان لیتا ہے اپنے مالک کی بات حتیٰ کہ وہ جولا کندھے پر رکھتا ہے اور اس کے ساتھ کھیت میں ہل چلاتا ہے اور شریف گھوڑا تلواروں اور نیزوں کو مسلسل اپنے شہہ سوار کیلیئے اٹھاتا ہے اور بکریوں کے پورے ریوڑ کی اکیلا حفاظت کرتا ہے اور اگر بکریاں بکھر جائیں تو ہر ایک کو ایسے کنارے سے پکڑ لاتا ہے جہاں وہ پہنچے ایسے ہی تمام قسمیں جو انسان کے تابع ہیں اسی طرح ہی ہیں مگر وہ تمام عقل اور سوچ سے خالی ہوتیں ہیں کیونکہ یہ اگر عقل رکھتیں اور امور میں سوچ وبچار کر سکتیں تو پھر لائق تھا یہ کہ ملتوی ہو جاتا انسان پر بہت کچھ اس کی ضروریات میں سے حتیٰ کہ اونٹ اپنے لے جانے والے سے مانع ہوتا اور بیل اپنے مالک سے رکاوٹ ہو جاتا اور بکریاں چرواہے سے بکھر جاتیں اور اس طرح کے کئی امور انسانی حاجت کے انجام نہ پا سکتے۔

اور اسی طرح یہ درندے اگر عقل وسوچ والے ہوتے تو لوگوں پر بوجھ بن جاتے اور اس قابل ہوتے کہ ان سب لوگوں کا ہلاک کر دیتے پس کون کھڑا ہوتا شیر پر اور بھیڑیئے اور چیتے اور ریچھ پر اگر یہ غلبہ کر لیتے لوگوں پر کیا آپ نے دیکھا کہ وہ کیسے رکا ہوا ہے اسکے اقدام اور زخمی کرنے کی جگہ وہ ایسا ہو گیا ہے کہ لوگوں کے رہنے کے مقامات سے بھاگ جاتا ہے اور دور چلا جاتا ہے پھر وہ ظاہر نہیں ہوتا اور نہ ہی اپنی روزی کی طلب کیلیئے پھیلتا ہے مگر رات کو اور یہ اپنے دبدبے کے باوجود

انسان سے ڈرتا ہے بلکہ ان سے الگ اور دور رہتا ہے اور اگر وہ ایسا ہی رہتا تو لوگوں پر ان کے گھروں میں حملہ کرتا اور ان پر زندگی تنگ کر دیتا۔

کتے کی مہربانی اور انسان کی حفاظت

پھر اللہ تعالیٰ نے کتے میں دیگر درندوں کے مابین اپنے مالک پر مہربانی اور اسکی حفاظت رکھ دی ہے اور اسکو بچاتا ہے وہ باغوں اور چھتوں پر رات کے اندھیرے میں منتقل ہوتا ہے اپنے مالک کے گھر کی پہرے داری کے لئے اور اسکے خطرے کو دور کرنے کے لیے اور وہ اپنے مالک کی محبت میں اس حد تک چلا جاتا ہے کہ مالک کے جانوروں اور مال کے آگے اپنی جان تک دے دیتا ہے اور مالک سے بے حد محبت کرتا ہے حتیٰ کہ اسکے ساتھ بھوک اور تنگی تک برداشت کرتا ہے۔ تو یہ کتا اس محبت و الفت پر کیوں پیدا کیا گیا ہے سوائے اسکے کہ وہ انسان کے لئے پہرے دار بنے اسکی آنکھ اور دانت اور پنجے اور خوفناک بھونک کے ساتھ مسلح کیا گیا ہے تا کہ چور اس سے خوف کھائے اور اس مقام سے دور رہے جسکی وہ حفاظت کر رہا ہو اور بھونک رہا ہو۔

چوپائے کا چہرہ اور منہ اور دم اور اسکی تشریح

اے مفضل سوچ کہ چوپائے کا چہرہ کیسا ہوتا ہے آپ دیکھیں گے کہ اسکی دو آنکھیں آگے لگی ہوئی ہیں تا کہ وہ اپنے آگے دیکھے اور کسی دیوار سے نہ ٹکرائے اور کسی گڑھے میں نہ گرے اور اور تم دیکھو گے اس کا منہ ایک سوراخ ہے ناک کے نیچے اور اگر وہ انسان کے منہ کی طرح تھوڑی کے اوپر سوراخ ہوتا تو وہ زمین سے کوئی شے نہ پکڑ سکتا آپ نے نہیں دیکھا کہ انسان خوراک اپنے منہ سے نہیں پکڑتا بلکہ ہاتھ سے پکڑتا ہے انسانی عزت کیوجہ سے دیگر خوراک لینے والوں پر لیکن جب چوپائے کے ہاتھ نہیں ہیں جن سے خوراک پکڑ سکے تو اسکا لمبوترا منہ اسکے نیچے کی طرف سوراخ بنا دیا گیا تا کہ وہ چارے کو پکڑے اور پھر

چبائے اور اسکو پھینکنے اور پچھاڑنے کی قوت دی گئی تاکہ جو قریب ہو یا دور ہو وہ بھی لے سکے اور غور کر اسکی دم پر اور اسکے فائدے پر کہ وہ بمنزلہ ایک تہہ کے ہے اسکی دبر پر اور اسکی حیاء پر جو کہ وہ دونوں کو چھپاتی اور پردہ کرتی ہے اور اسکے منافع میں سے یہ ہے کہ جو حصہ دبر کا ظاہر ہوتا ہے اور پیٹ کی سیڑھی و اٹھان ہے اس میں چکناہٹ ہوتی ہے اس پر مکھیاں اور مچھر جمع ہوتے ہیں تو دم کو دفاع کرنے والی بنایا گیا جو ان مقام کا دفاع کرتی ہے اور ایک یہ بھی نفع ہے کہ جانور اسکو ہلا کر اور دائیں بائیں پھیر کر اپنے آپ کو راحت دے لیتا ہے کیونکہ جب اس کا قیام اپنے چار ٹانگوں پر مکمل طور پر ہوتا ہے اور بدن کو اٹھانے کی وجہ سے بدلنے اور پھرنے سے آگے والے دونوں پاؤں مصروف و مشغول ہوتے ہیں تو اسے دم کو ہلا کر راحت ملتی ہے اور اس میں اور بھی کئی منافع ہیں کہ خیال اس سے قاصر ہے ضرورت کے وقت اسکی اہمیت معلوم ہوتی ہے ان میں سے یہ بھی ایک ہے کہ چوپایہ اگر گر پڑے کیچڑ میں تو اسے اٹھنے میں کوئی چیز معاون نہیں ہوتی سوائے اسکی دم کو پکڑ کر اٹھانے سے اور دم کے بالوں میں بھی لوگوں کے لئے بہت سے فائدے ہیں کہ انہوں وہ اپنی ضروریات میں استعمال کرتے ہیں پھر اسکی پشت کو سطح دار بنایا گیا ہے جو کہ چار ٹانگوں پر پھیلی ہوئی ہے تاکہ اسکی سواری پر قدرت ہو سکے اور اسکی شرمگاہ کو اسکے پیچھے باہر نکال دیا تاکہ نر کو اس پر چڑھنے میں قابو مل سکے اور اگر وہ اسکے پیٹ کے نیچے ہوتی جیسے کہ عورت کی ہوتی ہے تو اسکے نر کو اس پر قابو نہ ہو سکتا آپ نے دیکھا کہ وہ نر اسکے ساتھ صحبت آمنے سامنے سے نہیں کر سکتا جیسے کہ عورت سے مرد کر سکتا ہے

-

ہاتھی اور اسکے ہونٹ:

آپ ہاتھی کے ہونٹ پر غور کریں کہ اس میں کس قدر باریک تدبیر ملے کہ یہ ہاتھ کے قائم مقام ہے چارہ و پانی حاصل کرنے میں اوراسکے پیٹ میں ڈالنے میں اگر یہ نہ ہوتا تو وہ زمین سے کوئی شے نہ کما سکتا کیونکہ اسکی گردن نہیں ہے جسے وہ باقی چوپائیوں کی طرح لمبی کرسکے جب اسے گردن نہیں دی گئی تو اسکی جگہ ایک لمبی سونڈھ دی گئی تا کہ وہ اسے لٹکائے اور اپنی ضرورت پوری کرے پس کون ہے وہ ذات جس نے ایک عضو نہ ہوتے ہوئے اسکی جگہ دوسرا اعضو اسکے قائم مقام دیدیا سوائے اس ذات کے جو کہ اپنی مخلوق پر شفقت کرنے والا ہے اور یہ بغیر کسی کے کرنے کے خود بخود کیسے ہو سکتا ہے جیسے کہ یہ ظالم لوگ کہتے ہیں اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ ایسے دوسرے چوپائیوں کی طرح گردن والا نہیں بنایا تو کہا جائے گا کہ بے شک ہاتھی کا سر اور اسکے کان ایک بڑی شے ہے اور انتہائی بوجھ ہے اور اگر اس پر ایک بڑی گردن بھی ہوتی تو وہ اسکو گرا دیتی اور کمزور کر دیتی لہذا اسکا سر اسکے جسم سے متصل کر دیا تا کہ اسے وہ نہ لاحق ہو جو ہم نے بیان کیا ہے اور اسکی گردن کی جگہ یہ سونڈھ پیدا کر دی تا کہ اپنی غذا حاصل کر سکے پس وہ باوجود گردن نہ ہونے کے اپنی ضروریات کو پوری طرح پاسکتا ہے اور مادہ ہاتھی کی حیاء پر غور کرو کہ مادہ کی شرمگاہ اسکے پیٹ کے نیچے لگا دی ہے اور جب جفتی کے لیے اس میں جوش آتا ہے اور وہ ابھر کر ظاہر ہو جاتی ہے حتی کہ نر اسکی جفتی پر قدرت پالیتا ہے آپ سوچیں کہ مادہ ہاتھی کی شرمگاہ دیگر چوپائیوں کے برخلاف کیسے بنادی گئی ہے پھر اس میں یہ محتاجی بھی رکھ دی تا کہ وہ اس امر کے لیے تیار ہو جائے جس میں اس کی نسل کا قائم رہنا اور دوام ہے۔

زرافہ اور اسکی تخلیق اور اسکا مختلف قسم کی نسل سے نہ ہونا

تم زرافہ کے وجود پر غور کرو اور اسکے اعضاء کے مختلف ہونے اور اسکے اعضاء کا حیوان کی کئی قسموں سے مشابہ ہونے کو ملاحظہ کرو کہ اس کا سر تو گھوڑے جیسا ہے اور اسکی گردن اونٹ کی طرح ہے اور اسکے کھر گائے کے کھروں کی طرح ہے اور اسکا چمڑہ چیتے کے چمڑے کی طرح ہے اور اللہ سے بے خبر لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسکی پیداوار کئی نروں سے ہوتی ہے اور اسکا سبب یہ ہے کہ کئی قسم کے خشکی کے جانور جب پانی پر پہنچتے ہیں تو وہ بعض چوپائیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور اس سے یہ پیدا ہوتا ہے جیسے کہ وہ شخص جو کہ چنا گیا ہو کئی اقسام سے حالانکہ یہ اس کہنے والے کی جہالت ہے اور اللہ پیدا کرنے والے کے بارے میں نہ جاننے کی علامت ہے کیونکہ حیوان کی کوئی قسم ہر ایک کو گابھن نہیں کرتی نہ تو گھوڑا اونٹ کو گابھن کرتا ہے اور نہ اونٹ گائے میں اپنا مادہ ڈالتا ہے بے شک حاملہ کرنا بعض حیوانات سے اپنے ہم شکلوں کو ہوتا ہے جو کہ اس کی جسامت میں قریب ہو جیسے کہ گھوڑا گدھے کو حاملہ کر دیتا ہے تو ان دونوں کے درمیان سے خچر پیدا ہوتا ہے اور بھیڑیا بجو کو گابھن کر دیتا ہے ان دونوں کے ملاپ سے سمع تیز کانوں والا بچہ پیدا ہوتا ہے اس کے باوجود جو جانور دونوں کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اس میں ہر ایک کا عضو نہیں ہوتا جیسے کہ زرافہ میں ہے کہ ایک عضو گھوڑے کا ہے اور ایک عضو اونٹ کا ہے اور کھر گائے کے ہیں بلکہ وہ تو دونوں کے درمیان ان دونوں سے ملا جلا ہوتا ہے جیسے کہ آپ خچر میں دیکھتے ہیں آپ اس کا سر اور کان سرینیں اور دم اور کھر درمیانہ درجہ کے ہوتے ہیں درمیانی اعضاء گھوڑے اور گدھے کے اور اسکی آواز بھی گدھے کی ہوک اور گھوڑے کی ہنہناہٹ کے درمیان ہوتی ہے پس یہ دلیل ہے کہ اس پر کہ زرافہ کئی قسم کے حیوانات سے حاملہ ہو کر نہیں بنا جیسے کہ جاہلوں کا گمان ہے جبکہ یہ ایک اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں سے عجیب مخلوق ہے جو کہ اس کی قدرت پر دلالت کرتی ہے کہ اسے کوئی شے عاجز نہیں کر سکتی تاکہ یہ معلوم ہو کہ تمام اقسام کے حیوانات کا خالق وہی ہے وہ جس کے اعضاء چاہتا ہے جمع کر دیتا ہے جس میں چاہتا ہے الگ کر دیتا ہے اور جس میں چاہتا ہے کرتا ہے اور جسامت میں جس کے چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے اور جس میں چاہتا ہے کمی کرتا ہے جس سے دلیل ملتی ہے کہ اسکی قدرت ہر شے پر ملے اور وہ جس کا ارادہ کر لے کوئی اسکو اس

سے عاجز نہیں کر سکتا: زرافے کی گردن کی لمبائی اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ اسکی نشو نما اور چرنا بلند درختوں میں ہوتا ہے جو کہ ہوا میں انتہائی بلند ہوتے ہیں لہذا اسے لمبی گردن کی ضرورت ہے تا کہ وہ ان درختوں کے اطراف اپنا منہ لے جا سکے اور اسکے پھل سے خوراک حاصل کرے۔

بندر اور اس کی جسامت اور اسکے اور انسان کے درمیان فرق۔

تم بندروں کے جسم میں غور کرو کہ اس کے بہت سے اعضاء میں انسان سے مشابہت ہے یعنی سر، چہرہ، کندھے سینہ ایسے ہی اس کے انتڑیاں بھی انسان کی انتڑیوں کے مشابہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اسے ذہن و سمجھ خصوصی دی گئی جس سے وہ اپنے سدھانے والے کا اشارہ سمجھ لیتا ہے اور انسان جو کرتا ہے اسے اکثر افعال کی نقل اتار لیتا ہے حتی کہ وہ انسان کی تخلیق اور اسکی عادت میں بہت قریب ہے جس طرح وہ اپنی خلقت میں ہے کہ انسان کے لیے اس کی ذات میں عبرت ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ چوپائیوں کی فطرت اور طبیعت والا ہے جبکہ اس میں اس قدر قرب پاتا ہے اور اگر انسان میں وہ فضیلت نہ ہوتی جو کہ اللہ نے اسے دی ہے ذہن میں عقل میں اور گفتگو میں تو وہ بھی کسی جانور کی طرح جانور ہوتا اسکے باوجود بندر کے جسم میں کچھ زائد اشیاء اور بھی ہیں جو کہ اسکے اور انسان میں فرق کرتی ہیں جیسے کہ اسکی تھوتھنی اور دم لٹکی ہوئی اور بال پورے جسم پر اسے ڈھانپے ہوئے اور یہ شے بندر کو انسان سے لاحق ہونے میں مانع نہیں ہے اگر اسکو انسان کا سا ذہن اور عقل اور گویائی دے دی جائے اور فرق جو کہ حد فاصل ہے انسان و بندر میں وہ حقیقت میں عقل، ذہن اور گفتگو نہ کرنے کی ہے۔

اجسام حیوانات کا لباس اور انکے قدموں کا انسان کے برعکس ہونا اور اسکا سبب اور جانوروں کا خود چھپنا جبکہ انکو موت کا احساس ہو

اے مفضل دیکھو اللہ کی مہربانی حیوانات پر کس قدر ہے کہ انکے جسموں کو کیسا یہ بالوں و اون و ریشم کا لباس دیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے آپ کو سردی سے بچا سکیں اور آفات کی کثرت سے بچ سکیں اور انہیں ناخن اور کھر اور موزے پہنائے گئے تاکہ ننگے پاؤں ہونے سے بچ سکیں جبکہ انکے ہاتھ بھی نہیں اور نہ ہی انگلیاں ہیں جو کہ سوت کاتیں اور کپڑا انہیں تو اس طرح ان کو ڈھانپ دیا گیا کہ انکا لباس انکے جسم میں ہی رہنے والا بنا دیا گیا جب تک وہ زندہ رہیں نہ انہیں نیا کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بدلنے کی لیکن انسان چونکہ حیلہ کر لیتا ہے اور کام کرنے والا ہے پس وہ سوت کاتتا ہے اور کپڑا بنتا ہے اور اپنے لیے لباس بناتا ہے اور اسکو ایک حالت سے دوسری حالت کے وقت تبدیل کرتا ہے اور اسکے لیے اس میں کئی وجوہات سے بہتری ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فضول رہنے کی بجائے لباس بنانے کے ہنر میں مصروف ہو گا اور اسکو کفایت اس طرف نہ نکالے گی اور دوسری یہ ہے کہ وہ جب چاہے اپنا لباس اتارے جب چاہے پہن لے اس سے اسے راحت ہوتی ہے اور تیسری یہ ہے کہ وہ اپنے لیے کئی قسم کے کپڑے بنتا ہے جن میں خوبصورتی و زیبائش ہے تو اسے پہننے اور تبدیل کرنے سے لذت حاصل ہوتی ہے اسی طرح آسانی کے ساتھ وہ کئی اقسام کے موزے و جوتے بناتا ہے کہ ان سے اپنے قدموں کو بچاتا ہے اور اس میں جو لوگ کام کرتے ہیں انکو معاش ملتا اور روزگار حاصل ہوتا ہے اور اس سے انکی اور انکی اولاد کی خوراک کی ضروریات پوری ہوتی ہیں پس بال اور اون اور ریشم چوپائیوں کے لیے قائم مقام ہیں لباس کے اور ناخنوں و کھروں اور موزوں کو قائم مقام بنایا گیا ہے جوتوں کے: اے مفضل تو غور کر اس عجیب تخلیق میں جو جانوروں میں رکھی گئی ہے کہ وہ جب مرتے ہیں تو اپنے آپ کو چھپاتے ہیں جیسے کہ لوگ بھی اپنے مردوں کو چھپاتے ہیں ورنہ ان وحشی جانوروں اور درندوں وغیرہ کے ڈھانچے مردار کہاں جاتے ہیں ان میں سے کوئی بھی دکھائی نہیں دیتا اور وہ قلیل بھی نہیں کہ قلت کی وجہ سے مخفی رہیں بلکہ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ وہ انسانوں سے زیادہ ہیں تو وہ سچا ہے اور اس سے اندازہ لگا لے جو تو صحراء میں پہاڑوں میں ہرنیوں کے اور نیل گائے اور وحشی گدھوں اور پہاڑی بکروں اور بارہ سینگوں کے ریوڑ کے ریوڑ دیکھتا ہے انکے علاوہ دیگر وحشی جانور

اور قسم قسم کے درندے شیر، بچھو، بھیڑیئے وچیتے وغیرہ اور کئی اقسام کے پتنگے اور حشرات الارض اور رینگنے والے زمین کے کیڑے اور ایسے ہی پرندوں کے کووں و کونجوں و مرغابیوں اور سارسوں اور کبوتروں اور شکاری پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ تمام کے تمام کہیں نظر نہیں آتے جب وہ مر جاتے ہیں مگر اکا دکا جسے کوئی شکاری شکار کرے یا دوسرا درندہ اچک لے کیونکہ یہ جب موت کو محسوس کرتے ہیں تو خفیہ جگہ چھپ جاتے ہیں اور وہاں مر جاتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو تو صحرا ان سے بھر جائیں حتیٰ کہ ہوا خراب ہو جائے اور امراض و وبائیں پھوٹ پڑیں۔ پس تم دیکھو اس شے کی طرف جس سے انسان خالی ہیں اور وہ اس پہلے نمونہ پر عمل کرتے ہیں جو ان کے لیے بنایا گیا کیسے اس شے کو انکی طبیعت اور یاداشت میں رکھ دیا ہے تاکہ لوگ اس سے پیدا ہونے والے امراض و فساد کے عیب سے محفوظ رہیں۔

وہ سمجھ جو چار پائیوں میں رکھی گئی ہے۔ بارہ سنگا، لومڑی اور بری مچھلی:

اے مفضل غور کر اس سمجھ کو جو جانوروں کی مصلحت کے لیے ان میں رکھی گئی ہے ان کی طبیعت اور خلقت میں یہ اللہ کی ان کے لیے مہربانی ہے تاکہ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے کوئی بھی اس نعمت عقل و سوچ سے خالی نہ رہے بے شک بارہ سنگا سانپ کھاتا ہے اور اسے شدید پیاس لگتی ہے تو وہ پانی پینے سے رک جاتا ہے اس خطرے سے کہیں زہر اسکے جسم میں سرایت کر جائے اور اسے مار ڈالے اور وہ تالات پر کھڑا رہتا ہے حالانکہ اسے شدید پیاس محسوس ہو رہی ہوتی ہے پس وہ پیاس سے بلند آواز سے چلاتا ہے لیکن پیتا نہیں اگر وہ پی لے تو اسی وقت مر جائے دیکھیں کہ یہ اس جانور کی طبیعت میں رکھ دیا گیا ہے کس نے اسے شدید پیاس برداشت کرنے پر برانگیختہ کیا اس خوف کی وجہ سے جو پینے میں چھپا ہوا ہے حالانکہ یہ ایسی بات ہے کہ ایک عقل مند اور تمیزدار انسان اپنے نفس پر اتنا ضبط نہیں کر سکتا ایسے ہی لومڑی جب اسے خوراک پریشان کرے تو وہ اپنے اوپر موت کی کیفیت طاری کر لیتی ہے اور اپنا پیٹ پھولا لیتی ہے حتیٰ کہ پرندے اسے مردہ سمجھتے ہیں اور جب وہ اس پر نوچنے کے لیے گرتے ہیں تو وہ ان پر حملہ کر دیتی ہے اور پکڑ لیتی ہے پس کس نے اس لومڑی کو جو بول نہیں سکتی اور سوچ نہیں سکتی

اس طرح کا حیلہ بتلایا سوائے اس ذات کے جس نے اسکے اور اسطرح کے دیگر جانوروں کی رزق کی ذمہ داری لی ہے کیونکہ لومڑی جب ایسے بہت سے اعضاء سے محروم ہے جن سے حملہ کرنے کی قوت درندوں میں ہوتی ہے تو اسکی اسکے معاش کے لیے ایسی چالاکی اور سمجھ اور حیلے سے مدد کر دی گئی اور ڈالفن مچھلی پرندوں کو شکار کرنا چاہتی ہے تو اسکا حیلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک مچھلی کو پکڑتی ہے اور اسے مارتی ہے اور چھوڑ دیتی ہے حتی کہ وہ مچھلی پانی پر تیر آتی ہے تو یہ ڈالفن اسکے نیچے چھپ جاتی ہے اور اس کے اوپر والا پانی جوش کھاتا ہے حتی کہ اسکا وجود محسوس نہیں ہوتا اچانک جب کوئی اس تیرنے والی مچھلی پر گرتا ہے تو یہ فوراً اس پر حملہ کر دیتی ہے اور اسے شکار کر لیتی ہے چنانچہ آپ اس حیلے اور تدبیر کو دیکھیں کیسے ایک حیوان کی طبیعت میں اپنی مصلحت کیلئے رکھ دیا گیا ہے۔

اژدھا اور بادل، سنڈیوں و چونٹیوں اور شیر و مکھیوں و مکڑیوں کے بارے اور ہر ایک کی طبیعت کے متعلق

مفضل نے کہا کہ میں نے آقاؑ سے عرض کیا کہ مجھے بتائیں اژدھا اور بادل کے بارے تو آپؑ نے فرمایا کہ بادل اس پر متعین ہوتا ہے کہ اسے جہاں پائے اچک لے جیسے کہ مقناطیس پتھر لوہے کو اچک لیتا ہے لہذا وہ بادل کے ڈر سے زمین سے اپنا سر نہیں نکالتا اور وہ صرف شدید گرمی میں ایک مرتبہ اس وقت نکلتا ہے جب آسمان صاف ہوتا ہے اور اس پر ایک نکتہ بھی بادل کا نہیں ہوتا: میں نے کہا کہ بادل کو اژدھے پر کیوں مسلط کیا گیا ہے کہ اسکا انتظار کرتا ہے اور جب اسے پائے اچک لیتا ہے فرمایا اس لیے کہ لوگوں سے اسکی مضرت کو دفع کیا جائے۔

مفضل کہتے ہیں میں نے کہا اے آقاؑ آپؑ نے چوپائیوں کے معاملہ میں ایسی باتیں بیان کر دی ہیں جن سے عبرت پکڑنے والے عبرت لے سکتے ہیں آپؑ میرے لیے سنڈیوں اور چونٹیوں اور پرندوں کے بارے میں بیان فرمائیں۔ تو آپؑ نے فرمایا اے مفضل ذرا غور کر ایک حقیر چھوٹی سی سنڈی کے بارے کیا اس میں کوئی اسکی بہتری کے معاملے میں کوئی نقص ہے یہ

اندازہ اور سنڈی کے ڈھانچے کی درستگی کہاں سے آئی نہیں ہو سکتا یہ سب کچھ مگر اسکے مالک کی تدبیر سے جو کہ اس نے قائم کر رکھی ہے اپنی چھوٹی و بڑی تمام مخلوق میں۔ چنانچہ آپ چیونٹیوں کو دیکھیں اور انکا اپنی روزی جمع کرنے میں تیاری اور اہتمام دیکھیں چنانچہ آپ دیکھیں گے ایک پوری جماعت کو کہ وہ جب ایک دانہ اپنی بل میں منتقل کر رہے ہوں بلکہ چونٹی کی اس میں کوشش اور تیاری اتنی ہوتی ہے کہ انسان کی اتنی نہیں ہوتی آپ نے دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کا اس طرح تعاون دانہ منتقل کرنے میں کرتی ہیں جیسے کہ لوگ ایک دوسرے کا تعاون کرتے ہیں پھر وہ دانے کی طرف متوجہ ہوتی ہیں اور اسکے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرتی ہیں تاکہ پھر وہ اگ کر خراب نہ ہو جائے پس اگر اس دانے کو تری لگ جائے تو وہ اس کو نکال کر باہر پھیلا دیتی ہیں تاکہ وہ سوکھ جائے۔ پھر چونٹیاں اپنی بل نہیں بناتیں مگر زمین کی اونچی جگہ پر تاکہ وہاں پر سیلاب نہ پہنچے جس سے وہ غرق ہو جائیں اور یہ سب کچھ ان میں بغیر عقل اور فکر کے ہے بلکہ یہ ان کی طبعیت ہے جس پر انکو پیدا کیا گیا ہے یہ اللہ عزو جل کی مصلحت ہے۔ ایسے ہی آپ اس جانور کو دیکھیں جسکو مکڑی کہتے ہیں اور عام لوگ اسکو استد الذباب کہتے ہیں اور اس کو کیا کیا حیلے دیئے گئے ہیں اور اپنی معاش میں کس قدر سہولت دی گئی ہے بے شک آپؑ نے اسے دیکھا ہو گا جب اسے مکھی کا احساس ہوتا ہے تو وہ اسکے قریب آجاتا ہے اور تھوڑی دیر اسے چھوڑے رکھتا ہے حتی کہ ایسے ہو جاتا ہے گویا کہ وہ مرا ہوا ہے اس میں کوئی حرکت نہیں ہے اور جب دیکھتا ہے کہ مکھی مطمئن ہو گئی ہے اور اس سے غافل ہے تو آہستہ سے رینگتا ہے حتی کہ اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ اسے پکڑ لے ایک ہی حملے سے تو پھر اچانک ایک دم حملہ کر دیتا ہے اور اسے پکڑ لیتا ہے اور جب اسے پکڑتا ہے تو اسکے تمام جسم پر لپٹ جاتا ہے اس خطرے سے کہ کہیں وہ بچ جائے اور مسلسل اسے پکڑے رہتا ہے حتی کہ اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ کمزور ہو گئی ہے اور ڈھیلی ہو گئی ہے پھر اس پر متوجہ ہو کر شکار کر لیتا ہے اور اس سے اپنی زندگی حاصل کرتا ہے لیکن مکڑی پس وہ اسکے لئے ایک جال بنتی ہے پھر اسے وہ پھندا دار جال مکھیوں کے لیے بنا لیتا ہے پھر اس میں درمیان میں چھپ جاتا ہے پس جب مکھی اس میں پھنس جاتی ہے تو کود کر اس پر آجاتا ہے اور گھڑی گھڑی اسے

ڈستاہے اوراس سے اسکی زندگی قائم ہے پس وہ توکتوں اور چیتوں کے شکار کو بیان کرتے ہیں اور یہ نقل کرتے ہیں پھندے والیوں کے شکار کو تو آپ اس کمزور سے کیڑے کو دیکھیں کہ اسکی طبعیت میں وہ شے رکھ دی گئی ہے جسے انسان نہیں پہنچ سکتا مگر حیلے آور آلات کو استعمال کرنے سے پس تو کسی شے کو حقیر نہ سمجھ جبکہ اس میں واضح عبرت موجود ہے جیسے کہ سنڈیاں اور چیونٹیاں اور ان کے مشابہ اشیاء کیونکہ بعض اوقات عمدہ معنیٰ کو تمثیل سے حقیر شے سے واضح کیا جاتا ہے لیکن اس سے اس کی اہمیت کم نہیں ہو جاتی جیسے کہ دینار کی قیمت کم نہیں ہو جاتی جبکہ وہ سونے کا ہوتا ہے اسکو لوہے سے تولا جاتا ہے۔

پرندے کا جسم اور اسکی خلقت یا ڈھانچہ

اے مفضل غور کرو پرندے کے جسم اور اسکے ڈھانچے پر کہ اسے جب یہ قدرت ہے کہ وہ ہوا میں فضاء میں اڑے تو اسکا جسم ہلکار کھا گیا اور اسکے ڈھانچے کو دبلا اور لپٹا ہوا بنایا اور اسکی چار ٹانگوں کی بجائے دو پر اکتفاء کیا گیا اور انگلیاں پانچ کی بجائے چار بنائیں اور دونوں منفذ بول و براز کے اکھٹے کر دیے پھر اسے تیز سینے والا پیدا کیا تا کہ اسے ہوا کو پھاڑنا آسان ہو جیسے بھی اس میں جائے جیسے کہ کشتی کو اسی طرح بنایا گیا ہوتا ہے تا کہ وہ پانی کو پھاڑے اور اس میں گھس سکے اور اسکے بازؤں اور دم میں لمبے پر مضبوط بنا دیے گئے تا کہ وہ ان سے اڑنے کے لیے اٹھ سکے اور اسے تمام کو پروں کا لباس پہنایا گیا تا کہ اس میں ہوا جا سکے اور اسے اٹھائے اور جب یہ مقدر کیا گیا کہ اسکی خوراک دانے ہیں اور گوشت ہے جنہیں وہ بلا چبائے نگل لیتا ہے تو انسانی تخلیق سے ناقص ہوا اسکے لیے ایک مضبوط شے میں گھس جانے والی چونچ پیدا کر دی جس سے وہ خوراک تناول کرتا ہے نہ تو وہ دانہ پھینکنے سے چھل جاتی ہے اور نہ ہی گوشت نوچنے سے ٹوٹتی ہے اور جب اسکے دانت نہیں ہیں وہ دانہ صحیح سالم ہی نگل لیتا ہے اور گوشت کو تازہ ہی کھا جاتا ہے تو اسے پیٹ میں حرارت سے فضیلت دی گئی ہے جو اسکی خوراک کو پیس دیتی ہے کہ اسے چبانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اس سے عبرت حاصل کر کہ انگور کا بیج یا گھٹلی وغیرہ انسانوں کے پیٹ سے تو صحیح سالم نکلتی ہے اور پرندوں کے پیٹ میں پیس دی جاتی ہے اسکا کوئی نشان بھی دکھائی نہیں دیتا تو پھر پرندے ایسے بنائے جو کہ

انڈے دیتے ہیں اور وہ بچے نہیں جنتے تاکہ اڑنے میں بوجھل نہ ہوں کیونکہ اگر چوزے ان کے پیٹ میں ہونگے تو اسے ٹھہرنا ہوگا یہاں تک کہ وہ مستحکم ہو جائیں تو وہ اسے اٹھنے اور اڑنے سے رکاوٹ و بوجھ ہوتے چنانچہ ہر مخلوق کو اسی امر کے ہم شکل بنایا جو کہ مقدر کیا گیا تھا کہ وہ اس پر ہوگا پھر پرندہ اس فضاء میں گھومنے والا اپنے انڈوں پر بیٹھتا ہے پس اسے سینچتا ہے ایک ہفتہ اور بعض دو ہفتے اور بعض تین ہفتے حتی کہ چوزہ انڈے سے نکل آتا ہے پھر اس پر توجہ دیتا ہے اور اسکو چوغہ بھی ہوا میں دیتا ہے تاکہ اسکا پوٹہ غذا سے موٹا ہو جائے اور بھر جائے پھر وہ اسکی تربیت کرتا ہے اور غذا دیتا ہے جس سے وہ زندہ رہے پس اسکو کس نے اس بات کا مکلف بنایا ہے کہ وہ خوراک و دانہ چنے پھر اسکو اپنے پوٹے میں پہنچ جانے کے بعد باہر نکالے اور اپنے چوزے کو غذا پہنچائے اور وہ کس مقصد کیلیئے یہ مشقت اٹھاتا ہے وہ نہ سوچ والا ہے اور نہ ہی فکر والا اور نہ ہی اسے اپنے چوزے سے وہ امید ہے جو انسان کو اپنے بچے میں امید ہے یعنی عزت کرنا عطیہ دینا اور نام و نمود کا باقی رہنا پس اسکا یہ فعل اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اسے اپنے بچے سے مہربانی ہے شاید وہ اسے پہچانتا بھی نہ ہو اور سوچتا بھی نہ ہو حالانکہ اس سے اسکی نسل کا دوام اور بقاء ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہی ہے۔

مرغی کا انڈے سینچنے اور چوزے نکالنے کے لیے تیاری کرنا

تم مرغی کو دیکھو کیسے برانگیختہ ہوتی ہے انڈے سینچنے کے لیے اور چوزے نکالنے کیلیئے حالانکہ اسکے لیے نہ ہی انڈے یکجا ہوتے ہیں اور نہ ہی مستقل گھونسلہ ہوتا ہے بلکہ وہ اٹھتی ہے اور پھونکارتی ہے اور قوت حاصل کرتی ہے اور خوراک سے رک جاتی ہے حتی کہ اس میں انڈے جمع ہو جاتے ہیں پھر وہ انہیں پالتی ہے اور چوزے نکالتی ہے یہ اس سے ایسا کیونکر ہے سوائے نسل کو قائم رکھنے کے اور کس نے اسکو نسل قائم رکھنے پر لگایا ہے حالانکہ اسکی سوچ و فکر نہیں ہے کیوں نہیں یہ بات کہ وہ پیدا ہی اسی پر کی گئی ہے۔

انڈے کا پیدا ہونا اور اسکی تدبیر

انڈے کے پیدا ہونے سے عبرت پکڑو اور جو اس میں زرد رنگ کا گاڑھا مغز اور سفید پتلا پانی ہوتا ہے اس میں سے بعض سے تو چوزہ نشوو نما پاتا ہے اور بعض اسکی غذا بنایا ہے یہاں تک کہ انڈے کا خول اسکے اوپر سے ہٹ جاتا ہے یا اس میں سوراخ ہو جاتا ہے اور اس میں کیسی تدبیر رکھی ہے کہ اگر اس چوزے کی نشوو نما اس محفوظ کئے ہوئے چھلکے میں ہوتی ہے اس میں کسی شے کا چارہ کار نہیں ہے تو اسکے ساتھ اسکے پیٹ میں ایسی غذا بنادی جو اس سے نکلنے تک اسے کافی ہو جیسے کہ کسی کو مضبوط قید میں ڈالا جائے اس کے اندر کوئی نہ پہنچ سکے تو اسکے ساتھ اتنی خوراک مقرر کر دی جاتی ہے جو اسکے وقت خروج تک کافی ہو۔

پرندے کا پوٹہ

اے مفضل سوچ کہ پرندے کے پوٹے میں اور اس کی بناوٹ میں کہ خوراک کا راستہ پوٹے تک تنگ ہے اس میں خوراک تھوڑی تھوڑی جاتی ہے اگر پرندہ دوسرا دانہ نہ چنے حتی کہ پہلا پوٹے تک پہنچے تو بہت دیر لگے اور کب وہ خوراک اسکی پوری ہو چنانچہ وہ جلدی جلدی چگتا ہے شدید خوف وڈر سے پس اسکا پوٹا کھلی پھرنے والی مرغی کی طرح بنادیا گیا ہے جو اسکے آگے لٹکا ہوا ہے تاکہ وہ اس میں وہ خوراک جسے جلدی سے اس نے حاصل کیا تھا محفوظ کرلے اور پھر اسکو پوٹے تک پہنچائے ذرا وقفہ کرکے اور پوٹے میں ایک اور خانہ ہوتا ہے کیونکہ بعض پرندوں کو اپنے چوزے کو دینے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اس خوراک کو قریب سے واپس لانا اس کے لیے آسان ہو۔

پرندوں کے رنگوں کا مختلف ہونا اور اسکی حکمت ووجہ

مفضل نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ مفطلہ کی ایک قوم دعوی کرتی ہے کہ رنگوں اور شکلوں کا پرندوں میں مختلف ہونا یہ انکے اخلاط کے امتزاج کی وجہ سے ہے اور انکے کھلے پھرنے اور چراہ گاہ میں رہنے کی مقدار میں اختلاف کی وجہ سے ہے تو

آپؑ نے فرمایا اے مفضل یہ نقش و نگار جسے تو موروں میں اور تیتروں میں اور سہیوں میں برابر اور ایک دوسرے کے مقابل پائے جاتے ہیں دیکھتا ہے جیسے کہ قلم سے لکیریں لگائی گئی ہوں یہ امتزاج محمل ایک شکل پر کیسے لا سکتا ہے کہ اس میں اختلاف نہ ہوا گر یہ سب خود بخود ہوتا تو برابر نہ ہوتی اور ضرور مختلف ہوتا۔

پرندے کے پر اور اسکی توصیف اور پرندے کا لمبی ٹانگوں والا ہونا اور اسکی تدبیر

تم پرندے کے پروں پر غور کرو کہ وہ کیسے ہیں تم دیکھوگے کہ وہ ایسے بنے ہوئے ہیں جیسے کہ کپڑا باریک دھاگوں سے بنا جاتا ہے کہ بعض بعض سے جڑے ہوتے ہیں جیسے کہ دھاگہ دوسرے دھاگے سے مرکب ہوتا ہے اور بال دوسرے بال کے متصل ہوتا ہے پھر تم اسی بنی ہوئی شے کو دیکھوگے کہ جب لمبا کروگے تو تھوڑا تھوڑا کھل جائے گا اور وہ پھٹتا نہیں ہوا کے اندر آنے کیوجہ سے لہذا وہ پرندہ جب اڑنے لگتا ہے تو اسے اٹھاتا ہے اور تمہیں پروں کے درمیان میں ایک موٹا مضبوط ستون دکھائی دے گا کہ اس پر بالوں کی طرح کی بُنائی کی گئی ہے تا کہ وہ انکو اپنے ٹھوس ہونے کی وجہ سے تھامے رکھے وہ ایک کانا سا ہوتا ہے پروں کے درمیان میں اور وہ اسکے باوجود اندر سے کھوکھلا ہوتا ہے تا کہ پرندے کیلئے وہ ہلکا ہو اور اسے اڑنے سے رکاوٹ نہ کرے کیا اے مفضل تو نے یہ لمبی ٹانگوں والا پرندہ دیکھا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ اسکی ٹانگ کے لمبا رکھنے میں کیا منافع ہیں بے شک ان میں سے اکثر تھوڑے پانی میں ہوتے ہیں آپ انکو دیکھ سکتے ہیں کہ وہ طویل ٹانگیں ہیں چنانچہ وہ ایک جاسوس ہے جو کہ دیدبان پر ہے اور وہ غور کر رہا ہے جو پانی میں رینگ رہے ہیں پس جب کسی ایسی شیٔ کو دیکھتا ہے جس سے اسکی روزی وابسطہ ہے اور چند پتلے پتلے قدم اٹھاتا ہے تا کہ اسے پکڑ لے اور اگر وہ چھوٹی ٹانگوں والا ہوتا تو اسکا پیٹ پانی کو لگ جاتا اور اس سے اس کا جی متلاتا اور ڈرتا اور گھبرا جاتا ہے چنانچہ اسکے لیے دو ستون بنا دیئے تا کہ وہ اپنی حاجت حاصل کر سکے اور باآسانی اپنا رزق حاصل کر سکے تم پرندوں کے پیدا کرنے میں حکمتوں کی اقسام دیکھو اور غور کرو تو تم دیکھوگے کہ ہر وہ پرندہ جو لمبی ٹانگوں والا ہے وہ لمبی گردن والا ہے اور یہ اس لیے تا کہ زمین سے اپنی خوراک حاصل کرنے میں قدرت ہو سکے اگر

لمبی ٹانگیں اور چھوٹی گردن ہوتی تو وہ زمین سے کسی شئ کو حاصل نہ کر سکتا اور بعض اوقات لمبی گردن کے ساتھ لمبی چونچ کی بھی مدد فراہم کی جاتی ہے تا کہ معاملہ اور زیادہ آسان ہو جائے اور ممکن ہو کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ تم مخلوق میں سے کسی شے کو بھی ملاحظہ کرو گے تو اسے ہی انتہائی درست اور حکمت کے مطابق پاؤ گے۔

چڑیاں اور کھانے کیلئے ان کا تلاش کرنا

آپ چڑیوں کو دیکھیں کہ وہ اپنی خوراک کو دن کے وقت کس طرح تلاش کرتی ہیں چنانچہ وہ نہ تو اسے گم کرتی ہیں اور نہ ہی اسے تیار ایک جگہ پاتی ہیں بلکہ وہ اسے حرکت اور تلاش سے حاصل کرتی ہیں اسی طرح تمام مخلوق ہے پس پاک ہے وہ ذات جس نے رزق کا اندازہ کیا ہے اور کیسے کیسے اسے تقسیم کر دیا ہے نہ تو اس نے ان میں سے بنایا جو اس پر قادر نہ ہوں کیونکہ مخلوق کو اسکی ضرورت و حاجت بنادی ہے اور نہ ہی اسے ایسا قابل استعمال بنادیا کہ آسانی سے حاصل ہو جائے کیونکہ یہ بہتر نہ ہوتا۔ کیونکہ اگر وہ خوراک تیار شدہ موجود ہوتی تو تمام چار پائے اسکی طرف پلٹ آتے اور اس سے الگ نہ ہوتے حتی کہ بد ہضمی ہو جاتی اور وہ ہلاک ہو جاتے اور لوگ بھی فراغت کی وجہ سے انتہائی برائی اور غرور تک پہنچ جاتے حتی کہ فساد زیادہ ہوتا اور فواحش غالب آتے۔

الو اور چمگادڑ وغیرہ کی معاش

کیا تجھے معلوم ہے کہ اس قسم کے پرندوں کی کیا خوراک ہے جو کہ صرف رات کو ہی باہر نکلتے ہیں جیسے کہ الو بڑا الو اور چھوٹا الو اور چمگادڑ میں نے کہا کہ اے آقاؑ میں نہیں جانتا فرمایا کہ ان کی روزی ایسے اقسام سے ہے جو کہ فضاء میں بکھرے ہوتے ہیں جیسے کہ مچھر، پتنگے اور اس قسم کی ٹڈیاں اور مکھیاں کیونکہ یہ تمام قسمیں فضا میں بکھری ہوتی ہے کوئی مقام بھی اس سے خالی نہیں ہوتا اور تو اس سے اندازہ لگالے کے جب تو رات کو چھت پر یا گھر کے صحن میں کوئی چراغ رکھے تو ایسی اقسام بہت زیادہ

مقدار میں اس پر جمع ہو جاتی ہیں تو یہ سب کہاں سے آتی ہیں سوائے اسکے کہ قریب سے ہی آتی ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ صحرا وخشکی سے آتی ہیں تو اسے کہا جائے گا کہ وہ اس ایک وقت میں دور سے کس طرح پہنچ سکے اور وہ کس طرح اتنی دور سے ایک ایسے گھر میں جو دیگر گھروں میں گھرا ہوا ہے اس روشنی کو دیکھ لیتے ہیں اور اسکا قصد کر لیتے ہیں اسکے باوجود یہ مشاہدہ ہے کہ یہ چراغ پر قریب ہی سے گرتے ہیں جس سے اس بات پر دلیل ہے کہ یہ فضا میں ہر مقام پر بکھرے ہوئے ہیں تو اس طرح کے پرندے ان کو تلاش کرتے ہیں جب وہ نکلتے ہیں تو یہ اس سے روزی حاصل کر لیتے ہیں تم دیکھو کہ ان پرندوں کیلئے رزق کی کیا صورت ہے جو کہ صرف رات کو ہی نکلتے ہیں ان کئی قسم کے فضاء میں پھیلے ہوئے حشرات سے انکی روزی ہے اور اس میں یہ حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے کہ یہ کئی قسم کی پھیلی ہوئی اقسام مخلوق میں سے ایسی ہیں کہ شاید کوئی گمان کرنے والا گمان کرے کہ یہ فضول ہیں اور انکی کوئی حیثیت نہیں۔

چمگادڑ کی پیدائش

چمگادڑ ایک عجیب و غریب ڈھانچے میں پیدا کیا گیا ہے جو کہ پرندے اور چوپائے کے مابین ہے اور یہ چوپائیوں کی طرف زیادہ قریب ہے یہ اس لیے کہ وہ دو ابھرے ہوئے کانوں والا ہے اور دانتوں اور اون والا ہے اور یہ بچے پیدا کرتا ہے اور دودھ دیتا ہے اور پیشاب کرتا ہے اور جب چلتا ہے تو چار پاؤں پر چلتا ہے اور یہ سب کچھ پرندے کی صفات کے برعکس ہے پھر یہ بھی ان جانوروں میں سے ہے جو کہ رات کو نکلتے ہیں اور اپنی روزی بھی ان سے ہی حاصل کرتے ہیں فضاء میں پتنگے وغیرہ چل رہے ہوتے ہیں حتی کہ بعض کہنے والوں نے کہا کہ چمگادڑ کی کوئی خوراک نہیں ہے اسکی غذا صرف ہوا ہے لیکن یہ بات غلط اور دو وجہوں سے باطل ہے ایک تو اس لیے کہ تلچھٹ اور پیشاب کا نکلنا کیونکہ یہ بغیر کھائے نہیں ہو سکتا اور دوسری یہ کہ وہ دانتوں والا ہے اگر یہ کوئی شئ نہ کھاتا تو اسکے دانتوں کا کوئی مقصد نہ ہوتا اور مخلوق میں ایسی کوئی شئ نہیں ہے جسکی کوئی معنویت اور مقصدیت نہ ہو۔ لیکن اس کی جو ضرورت ہے وہ مشہور و معروف ہے حتی کہ اسکی بیٹ بعض دوائیوں میں کام

لائی جاتی ہےاور سب سے بڑی ضرورت اس میں یہ ہے کہ اسکا عجیب و غریب وجود اللہ عزوجل کی قدرت پر دلالت کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ اسکا جس میں وہ چاہے اور جیسے چاہے تصرف چلتا ہے جس میں کئی اقسام کی مصلحتیں ہیں۔

پرندے ابو نمرہ کا حیلہ ایک جھاڑی گوکھرو اور اسکے منافع ٹڈی اور اسکی آزمائش و امتحان

ایک چھوٹا سا پرندہ جسے ابو نمرہ کہا جاتا ہے وہ بعض اوقات کسی درخت میں گھونسلہ بناتا ہے اور کسی بہت بڑے سانپ کو جب دیکھتا ہے کہ وہ اپنا منہ پھاڑے ہوئے اسکے گھونسلے کی طرف آرہا ہے اور وہ اسے نگلنا چاہتا ہے تو اس وقت وہ پیچ و تاب کھاتا اور پریشان ہوتا کہ اسکے لیے کوئی تدبیر کرے اچانک وہ ایک جھاڑی گوکھرو دیکھتا ہے اسے اٹھاتا ہے اور سانپ کے منہ میں ڈال دیتا ہے تو سانپ لپٹنے اور پلٹنے لگتا ہے حتی کہ مر جاتا ہے آپ دیکھیں کہ اگر میں آپ کو نہ بتلاتا تو تیرے دل میں یا کسی اور کے دل میں یہ آتا کہ گوکھرو جیسی شئی کا کیا فائدہ ہے یا کیا کسی چھوٹے یا بڑے پرندے سے اس طرح کا حیلہ ہو سکتا ہے اس سے آپ اندازہ لگالیں کہ اور بھی بہت سی اشیاء ایسی ہیں کہ ان میں منافع ہیں جو کسی واقعے سے یا کسی خبر سے ابھی تک معلوم نہیں ہو سکے۔

شہد کی مکھی، اس کا شہد اور اسکے گھر

تم شہد کی مکھی کو دیکھو اور اسکی مہارت شہد بنانے میں دیکھو اور اسکا چھ کونوں والا مسدس گھر دیکھو تم کو اس میں بھی سمجھ کی باریکیاں نظر آئیں گی۔ چنانچہ جب تو اسکے کام پر غور کرے گا تو اسے عجیب و باریک تر دیکھے گا اور اس عمل سے جو شئی تیار ہوئی اسے تو پائے گا کہ لوگوں کے ہاں انتہائی عظیم اور معزز ہے اور جب اس کام کو کرنے والے کو دیکھے گا تو اسکو انتہائی کند ذہن جاہل پائے گا جسے اپنی بھی خبر نہیں چہ جائیکہ اس کے علاوہ کو جانتا ہو تو اس کی کس قدر واضح دلیل ہے اس بات پر کہ درستگی

اور حکمت اس ہنر میں شہد کی مکھی کی نہیں ہے بلکہ یہ اس ذات کی ہے جس نے اسکو اس ہنر پر پیدا کیا ہے اور اسے لوگوں کی مصلحت کے لیے اس کام پر لگا دیا ہے

تم اس ٹڈی کو دیکھو کتنی کمزور اور کتنی طاقت ور ہے جب تو اسکے وجود پر غور کرے گا تو اسے کمزور ترین شئ دیکھے گا اور اگر اسکے لشکر و فوج شہروں میں سے کسی شہر کی طرف چل پڑیں تو پھر کوئی بھی اس سے بچنے کی طاقت نہیں رکھتا تم دیکھو کہ اگر زمین کے بادشاہوں میں سے کوئی بادشاہ اپنے گھڑ سوار پیادے جمع کر لے تاکہ اپنے شہروں کو ٹڈیوں سے روک لے تو وہ بھی اس پر قادر نہ ہو سکے کیا یہ خالق کائنات کی قدرت کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اپنی کمزور ترین مخلوق انتہائی طاقتور مخلوق کی طرف بھیجے تو وہ اس سے اپنا دفاع نہ کر سکے۔

مکڑیوں کی کثرت

آپ یہ بھی دیکھیں کہ یہ مکڑیاں کس طرح زمین کی سطح میں گھس جاتی ہیں جیسے کہ سیلاب پس وہ میدان و پہاڑ و دیہات و شہر سب کو ڈھانپ لیتی ہیں حتی کہ اپنی کثرت سے سورج کی روشنی کو بھی چھپا لیتی ہیں پس اگر یہ سب کچھ ہاتھوں سے بنایا جاتا تو اس کثرت کے ساتھ انکو کس طرح جمع کیا جا سکتا اور پھر یہ کتنے سالوں میں اٹھ کر جاتیں پس اس سے ہی اللہ کی اس قدرت پر دلیل حاصل کی جا سکتی ہے جسکو کوئی شے نہیں ادا کرتی اور نہ اس سے زیادہ ہوتی ہے

مچھلی کا بیان و مچھلی کی نسل کا زیادہ ہونا اور اسکی وجہ

آپ مچھلی کے وجود پر غور کریں اور اسکی بھاگ دوڑ اس امر کے لیے جس کے لیے تقدیر میں اسے پیدا کیا گیا چنانچہ اسے بغیر پاؤں کے پیدا کیا گیا کیونکہ اسے چلنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کی رہائش پانی میں ہے اور اسے بغیر پھیپڑوں کے بنایا گیا کیونکہ وہ سانس نہیں لے سکتی جبکہ وہ پانی میں ڈوبی ہو اور اسکے پاؤں کی جگہ مضبوط پر بنائے گئے ہیں جنکو وہ اپنے دونوں جانب

مارتی ہے جیسے کہ ملاح اپنی کشتی کے دونوں اطراف میں چپو چلاتا ہے اور اسکو اسکے جسم پر مضبوط چھلکوں کا لباس پہنایا ہے جو چھلکے ایک دوسرے میں گھسے ہوئے ہیں جیسے کہ ذرہیں اور ڈھالیں ملی ہوتی ہیں تا کہ اسے آفات سے بچائے اور اسے سونگھنے کی مزید حس عطا کر دی ہے کیونکہ اس کی نگاہیں کمزور ہیں اور پانی اسکے لیے رکاوٹ ہے چنانچہ وہ کھانے والی شئی کو انتہائی دور سے سونگھ لیتی ہے پس وہ اسکو تلاش کرتی ہے اور اسکا پیچھا کرتی ہے ورنہ اسے اس شئی کا اور اسکی جگہ کا کیسے علم ہو سکتا ہے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے منہ سے لیکر اسکے کانوں کے سوراخوں تک کئی سوراخ ہیں چنانچہ وہ اپنے منہ سے پانی کو نگلتی ہے اور اپنے کانوں کے سوراخوں سے چھوڑ دیتی ہے اور اس سے اسے سانس ملتا ہے اور راحت ملتی ہے جیسے کہ دیگر حیوانات باہر والی ہوا سے سانس لیکر راحت محسوس کرتے ہیں اور پھر اب اسکی کثیر نسل پر اور اسکی وجہ یہ ہے کہ نسل میں وسعت ہو کیونکہ بہت سی اقسام حیوانات کے لیے یہ غذا بنتی ہے کیونکہ اکثر مچھلی کھاتے ہیں حتی کہ درندے بھی گنجان درختوں کے کناروں پر پانی پر جم کر بیٹھ جاتے ہیں تا کہ مچھلی کیلیئے گھات لگائیں پھر جب کوئی مچھلی وہاں سے گزرتی ہے تو وہ اسکو اچک لیتے ہیں پس جب درندے مچھلی کھاتے ہیں اور پرندے مچھلی کھاتے ہیں اور لوگ بھی مچھلی کھاتے ہیں اور پھر مچھلیاں بھی کئی مچھلیاں کھاتی ہیں تو پھر تدبیر یہ ہے کہ اسکے اندر کثرت ہو۔

خالق کی حکمت کا وسیع ہونا مخلوق کے علم کا تنگ ہونا

اور جب آپ یہ چاہیں کہ خالق کائنات کی حکمت کی وسعت جانیں اور مخلوق کے علم کی کوتاہی معلوم کریں تو آپ ذرا دریاؤں میں کئی اقسام کی مچھلیوں پر نظر ڈالیں اور پانی کے جانوروں اور سیپیوں اور دیگر قسموں کو جو بے شمار ہیں دیکھیں کہ آپ کو انکے

منافع معلوم نہ ہونگے مگر آہستہ آہستہ لوگوں کو کسی واقعے اور حادثے سے پتہ چلتا ہے مثال کے طور پر سرخ کھال لوگوں کو اسکے رنگ کا کیسے پتہ چلا چنانچہ ایک کتیا دریا کے کنارے گھوم رہی تھی تو اس نے ایک شے جسکا نام حلزون یعنی گھونگا ہوتا ہے پائی تو اسے کھالیا تو اسکی رسی اسکے خون سے رنگ گئی تو لوگوں نے اسکے حسن کو دیکھا تو اسے رنگ بنالیا اور اسی قسم کی اور اشیاء جب پر لوگوں کو موقع بموقع واقفیت ہوتی ہے اور وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی ہے۔ مفضل نے کہا کہ زوال کا وقت ہو گیا تو میرے آقاؑ نماز کے لیے اٹھ گئے اور فرمایا اب کل سویرے انشاءاللہ تعالیٰ آنا چنانچہ میں واپس آیا اور میری خوشی کئی گنا ہو چکی تھی جو کہ میں نے معلومات لے لیں تھیں اور بڑا خوش تھا اس پر جو آپؑ نے مجھے عطا کی اور اللہ تعالیٰ کی بھی تعریف کی جس نے وہ مجھے دی ہیں چنانچہ میں نے رات بھر خوشی اور رونق سے گزاری۔

المجلس الثالث (تیسری مجلس)

پس جب تیسرا دن ہوا تو میں سویرے اپنے آقاؑ کی طرف گیا تو مجھے اجازت ملی اور میں داخل ہوا مجھے بیٹھنے کا حکم دیا گیا اور میں بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں برگزیدہ بنایا اور کسی اور کو ہم پر نہیں چنا اللہ نے ہمیں اپنے علم کے ساتھ چنا ہے اور اپنے حلم سے ہماری مدد کی ہے اور جو ہم سے الگ ہوا تو جہنم اسکا ٹھکانا ہے اور جو ہمارے سائبان کے سایہ میں آگیا اسکے لیے جنت ٹھکانا ہے۔ اے مفضل میں نے تیرے سامنے انسانی تخلیق کو واضح کرکے بیان کردیا ہے اور اسکی کیا حکمت ہے اور اس کے منتقل ہونے کو اپنے مختلف احوال میں اور اس میں کیا کیا عبرتیں ہیں اور میں نے تیرے سامنے حیوان کا معاملہ بھی کھول دیا اور اب میں آسمان و سورج و چاند و ستارے و فلک و رات و دن و گرمی و سردی و ہوائیں اور زمین کے جواہر اربعہ پانی اور ہوا اور آگ و مٹی اور بارش و چٹانیں و پہاڑ و مٹی، پتھر و کھجور و دیگر درخت کے ذکر سے ابتدا کرتا ہوں اور اس میں کیا دلائل اور عبرتیں ہیں بیان کرتا ہوں۔

آسمان کی رنگت اور اس میں تدبیری بہتری کیا ہے

چنانچہ آسمان کے رنگ کے بارے سوچو کہ اس میں کیا بہتری کی تدبیر ہے چنانچہ یہ رنگ تمام رنگوں میں سے طبیعت کے زیادہ موافق اور آنکھوں کو تقویت دیتا ہے حتی کہ طبیبوں کی یہ صفت ہے کہ جسکی آنکھوں کو بصارت کو نقصان دینے والی کوئی شئ پہنچے تو وہ سبزے کی طرف زیادہ نظر رکھنے کا کہتے ہیں اور وہ رنگت جو کہ اسکے قریب ہو سیاہی میں اور ایک ماہر طبیب نے تو ان سے یہ تجویز کیا کہ جسکی آنکھ تھک جائے یا کمزور ہو جائے تو پانی سے بھرے ہوئے سبز رنگ کے ٹب میں جھانکے تو آپ غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے آسمان کی رنگت اس رنگ والی بناڈالی ہے جو کہ ساہی مائل سبز ہے تا کہ وہ اسکی طرف پلٹنے والی آنکھوں کو تھامے تو طویل استعمال سے اس میں زخم نہ آئیں تو یہ ایسی شئ ہے جسے لوگوں نے سوچ اور فکر اور تجربہ سے معلوم کیا ہے یہ سب بافراغت مکمل طور پر اللہ کی مخلوق میں اسکی حکمت موثرہ وکاملہ کے وجود کا پتہ دیتی ہے تا کہ عبرت پکڑنے والے اس سے عبرت پکڑیں اور بے دین لوگ اس میں غور وفکر کریں اللہ انکو مارے کہاں الٹے پھرے جارہے ہیں۔

طلوع شمس وغروب اور اسکے منافع

اے مفضل سورج کے طلوع اور غروب میں ذرا غور کر جو کہ رات ودن کی سلطنت کا قائم کرنے کے لیے ہے اگر اسکا طلوع نہ ہوتا تو تمام، عالم کا معاملہ بے کار ہو جاتا نہ تو لوگ اپنی معاش میں کوشش کرتے اور نہ ہی اپنے امور میں تصرف کرتے اور پوری دنیا ان پر مکمل اندھیرے میں ہوتی اور انکی زندگی خوشگوار نہ ہوتی جبکہ وہ روشنی اور اسکی ہوا کی لذت سے بے بہرہ ہوتے اور سورج کے طلوع کی ضرورت بالکل ظاہر ہے اور اپنے واضح ہونے میں لمبے چوڑے تذکرے سے بے پرواہ ہے اور نہ زیادہ تشریح کی ضرورت ہے بلکہ آپ اسکے غروب ہونے کی منفعت پر غور کریں اگر غروب نہ ہوتا تو لوگوں کو سکون وقرار نہ ہوتا باوجود اسکے کہ انکو سکون وراحت کی بہت ضرورت ہے تا کہ انکے بدنوں کو سکون مل سکے اور حواس کو آرام حاصل ہو

اور قوت ہاضمہ کھانے کو ہضم کرنے کیطرف متوجہ ہو اور اعضاء کی طرف انکی غذا پہنچائے پھر حرص انکو مسلسل کام کرنے پر برانگیختہ کرتی اور اسکا طویل عرصہ تک کام میں لگنا انکے بدن میں تکلیف شدید پیدا کردیتا اور بہت سے لوگ اگر رات کی سیاہی ان پر اپنا سینہ نہ رکھتی تو انکو آرام وقرار نہ ملتا کیونکہ کمائی کی حرص اور جمع کرنے اور ذخیرہ بنانے کا لالچ رہتا پھر زمین سورج کی روشنی کے اس پر ہمیشہ رہنے کی وجہ سے گرم ہو جاتی اور اس پر جو بھی حیوان یا انگوری ہوتی وہ بھی گرم ہو جاتی اور تپ جاتی لہذا اللہ نے اپنی حکمت وتدبیر سے اسکے طلوع کا اور غروب کا ایک وقت مقرر کردیا اسکی مثال ایک چراغ کی ہے جو کہ کبھی تو تمام گھر والوں کے لیے اسے اوپر بلند جگہ رکھا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی ضرورتیں پوری کرلیں پھر وہ اس قدر ان سے غائب رہے تاکہ وہ سکون وقرار حاصل کرسکیں چنانچہ روشنی اور اندھیرا دونوں متضاد ہونے کے باوجود اطاعت میں لگ کر ایک دوسرے پر غالب آتے ہیں کیونکہ اس میں عالم کی خیر ہے

سال کے چار موسم ہونے کی مصلحت

پھر اسکے بعد یہ سوچو کہ سورج بلند ہوتا اور نیچے آتا ہے تاکہ سال کے چار زمانے قائم ہو جائیں اور اس میں کیا تدبیر و مصلحت ہے چنانچہ سردی میں حرارت درختوں و پودوں میں لوٹ جاتی ہے تو ان میں پھلوں کا مواد تیار ہوتا ہے اور ہوا کثیف ہو جاتی ہے جس سے بادل اور بارش پیدا ہوتی ہے اور حیوان کے بدن مضبوط ہوتے ہیں اور طاقتور ہوتے ہیں اور پھر بہار میں وہ مواد متحرک ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے جو کہ سردی میں پیدا ہوا تھا لہذا انگوریاں نکلتی ہیں اور درختوں پر پھول آتے ہیں اور حیوانات میں جفتی کرنے کی قوت برانگیختہ ہوتی ہے اور موسم گرما میں ہوا شدید گرم ہو جاتی ہے تو پھل پکتے ہیں اور بدن کے زائد مواد تحلیل ہوتے ہیں اور زمین کی سطح خشک ہو جاتی ہے اور وہ عمارتوں اور دیگر کاموں کے لیے تیار ہوتی ہے اور خریف یعنی خزاں میں ہوا صاف ہوتی ہے اور بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں اور بدن تندرست ہو جاتے ہیں اور رات لمبی ہو جاتی ہے اور

اس میں کئی کام اسکی لمبائی کی وجہ سے کیے جا سکتے ہیں اس میں ہوا عمدہ ہوتی ہے جو دیگر مصلحتوں میں کام آتی ہے اگر میں انکو ذکر کروں تو گفتگو لمبی ہو جائے گی۔

سورج کی حرکت سے اوقات اور چار موسموں کو پہچاننا

اور اب تم سورج کے بارہ برجوں میں منتقل ہونے پر غور کرو تاکہ سال کو دورانیہ پورا کیا جا سکے اور اس میں کیا حکمت ہے چنانچہ یہ دورانیہ جس میں چار زمانے بنتے ہیں یہ سال کے سردیاں، گرمیاں، بہار و خزاں ہیں جو کہ سال میں پورے ہوتے ہیں اور وقت کی اتنی مقدار میں سورج کے گردش کرنے سے غلے اور پھل پورے ہو جاتے ہیں اور اپنی حد کو پہنچ جاتے ہیں اور پھر وہ واپس نئے سرے سے نشو و نما پاتے ہیں کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ سورج کے چلنے کی مقدار برج حمل سے برج حمل تک ہے کیونکہ سالوں وغیرہ سے زمانہ کو ماپا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے عالم کو پیدا کرنے سے لیکر آج تک ہر وقت اور زمانے تک گذشتہ ایام سے اور اسی سے عمروں کا حساب کیا جاتا ہے اور متعینہ اوقات قرضوں اور اجارہ و معاملات وغیرہ کے لیے معلوم کئے جاتے ہیں اور سورج کے چلنے سے ہی سال کی تکمیل ہوتی ہے اور زمانے کا صحیح حساب قائم ہوتا ہے آپ سورج کے جہان میں روشن ہونے اور نکلنے پر غور کریں کہ اللہ نے اسکے ہونے کی کیا تدبیر کی ہے اگر وہ سورج چمکنے لگ جاتا آسمان میں ایک جگہ پر اور وہاں کھڑا رہتا آگے پیچھے نہ ہوتا تو اسکی شعاع اور نفع بہت سی جہات کی طرف نہ پہنچ سکتی کیونکہ پہاڑ اور دیواریں اس سے رکاوٹ ہوتیں پس وہ ایسا بنایا گیا کہ دن کے شروع حصے میں مشرق سے طلوع ہوتا ہے تو اس سے مغرب تک پہنچتا ہے تو اس سے جو اشیاء اول حصہ دن میں چھپی ہوئی تھیں وہ اب روشن ہو جاتی ہیں پھر کوئی بھی جگہ ایسی نہیں رہتی مگر وہ سورج کی روشنی سے اپنی منفعت کیلئے حصہ حاصل کر لیتی ہے اور وہ ضرورت پوری کر لیتی ہے جو اسکے مقدر میں ہوتی ہے اگر ایک سال کی مقدار یا سال کے کچھ حصہ میں سورج نہ نکلے بلکہ پیچھے رہ جائے تو پھر ان کا حال کیا ہو گا؟ کیسے ان کے لیے اس حالت میں بقاء ہو سکے گی کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کیسے ہوتا ہو گا لوگوں کے لیے ان بڑے بڑے کاموں میں کہ ان کے لیے اس

میں کوئی حیلہ نہ ہو سکتا ہو گا چنانچہ وہ سورج ایسا ہو گیا کہ اپنے راستوں پر چلتا رہتا ہے نہ تو رخ موڑتا ہے اور نہ ہی پیچھے رہتا ہے اپنے اوقات سے تا کہ اس سے عالم کی اصلاح ہو اور اسی میں اسکی بقاء ہے۔

چاند سے مہینوں کو پہچاننے میں رہنمائی حاصل کرنا

چاند کی روشنی اور اسکے منافع ستاروں اور انکی گزر گاہ میں اختلاف اور ان میں سے بعض تو روزانہ آتے جاتے ہیں اور بعض منتقل ہوتے ہیں اس کا سبب کیا ہے فرمایا کہ چاند سے بھی رہنمائی حاصل کرو اس میں بھی بہت بڑی دلیل ہے کہ لوگ عوام الناس اسے مہینوں کے جاننے کیلئے استعمال کرتے ہیں لیکن سالانہ حساب اس پر قائم نہیں ہے کیونکہ اس کا دورانیہ چاروں زمانوں کو پوری طرح نہیں لیتا اور پھلوں کی نشو نما اور انکا مکمل ہونا بھی اس میں پورا نہیں اترتا اس لیے قمری مہینے اور اسکا سن شمسی مہینوں اور اسکے سن سے مختلف ہوتا ہے اور قمری مہینوں میں ہر مہینہ منتقل ہوتا رہتا ہے کبھی وہ سردیوں میں ہوتا ہے اور کبھی گرمیوں میں اور آپ غور کریں اسکے رات کی سیاہی میں روشنی کرنے میں اور اسکی ضرورت پر کہ بے شک یہ باوجود اندھیرے کی ضرورت کے حیوانات کے آرام کیلئے اور ہوا کی ٹھنڈک کے لیے پودوں وغیرہ پر یہ بہتر نہ ہوتا کہ رات شدید سیاہ ہو جس میں کوئی روشنی نہ ہو پھر تو اس میں کوئی بھی کام نہ ہو سکتا کیونکہ بعض اوقات لوگوں کو رات میں بھی کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بعض دن کے کاموں کے لیے وقت تنگ ہوتا ہے اور گرمی شدید اور زیادہ ہوتی ہے اس لیے کئی کام چاند کی روشنی کو لوگوں کے معاش کیلئے معاون بنادیا جب بھی اسکی ضرورت محسوس کریں اور سفر کرنے والوں کے انس کیلئے بھی معاون بنادیا اور پھر اس کا طلوع ہونا رات کے کچھ حصہ میں اور کچھ میں نہ نکلنا اور اسکی روشنی کا سورج کی روشنی اور اجالے سے کم ہونا مقرر کر دیا تا کہ کہیں لوگ اس میں کھل کر کام کرنے نہ لگ جائیں جیسے کہ دن میں کرتے ہیں اور وہ آرام اور قرار سے باز رہیں تو اس سے ہلاک ہو جائیں گے اور پھر اس چاند کے خصوصی تصرف میں اسکی آہستگی میں مہینہ کے آخری حصہ میں اس کا بے نور ہونا اور اسکا بڑھنا اور گھٹنا اور گرہن لگنا ان تمام کے پھرنے میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو

اس کا خالق ہے وہی اس میں تصرف کرنے والا ہے اور اسکی یہ تصریف و پھیرانا عالم کی اصلاح کیلئے ہے جس سے عبرت والوں کے لیے عبرت ہے۔

اے مفضل غور کو ستاروں میں اور ان کی چال میں اختلاف پر کہ بعض تو اپنے فلک کے مرکز سے الگ نہیں ہوتے اور وہ سب اکٹھے ہی چلتے ہیں اور بعض آزاد ہیں جو برجوں اور منزلوں میں منتقل ہوتے ہیں اور چال میں متفرق ہیں ان میں سے ہر ایک دو مختلف چالیں چلتا ہے ایک چال اس کی فلک کے ساتھ مغرب کی طرف عمومی ہے اور دوسری مشرق کی طرف اس کی خصوصی چال ہے جیسے کہ چیونٹی جو چکی پر گھومتی ہے چنانچہ چکی تو دائیں جانب گھومتی ہے اور چیونٹی بائیں جانب گھومتی ہے اور وہ چیونٹی دو مختلف حرکتیں کرتی ہے ایک حرکت اسکی ذاتی ہوتی ہے کہ وہ آگے کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور دوسری مجبوراً چکی کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ اسے پیچھے لے جاتی ہے۔آپ دعٰوی کرنے والوں سے سوال کریں کہ ستارے اگر ہوتے اس حالت پر خود بخود بغیر کسی قصد اور بغیر کسی انکو بنانے والے کے توان کیلئے کیا مانع تھا اس سے کہ وہ تمام ہوں دائم ہونے والے یا وہ سب کے سب منتقل ہونے والے ہوں کیونکہ (اہمال) خود بخود ہونا تو ایک ہی ہو سکتا ہے تو وہ کیسے ہو گئے کہ دو مختلف حرکتیں کرتے ہیں کہ انکا اندازہ اور وزن ایک ہے پس اس میں اس کی پوری وضاحت ہے اور بیان ہے کہ دونوں قسموں کی چال جس پر وہ چل رہے ہیں کسی قصہ اور تدبیر اور حکمت اور اندازے سے ہے ایسا خود بخود نہیں ہے جیسے کہ معطلہ فرقے کا خیال ہے اگر کوئی کہنے والا کہے کہ پھر کیوں بعض ستارے تو دائمی ہیں اور بعض منتقل ہونے والے ہیں ہم جواب میں کہتے ہیں اگر یہ سب کے سب دائمی ہوتے تو یہ رہنمائی باطل ہو جاتی جس سے منتقل ہونے والوں کے منتقل ہونے پر دلیل لی جاتی ہے اور ان کے ایک برج سے دوسرے برج میں جانے کا پتہ نہ چلتا جیسے کہ اس سے دلیل لی جاتی ہے ایسی چیزوں پر جو کہ عالم میں پیدا ہوتی ہیں سورج کے منتقل ہونے سے اور ستاروں کے اپنی منزلوں میں منتقل ہونے سے کہ اس سے ان اشیاء کے حدوث پر دلیل ملتی ہے اور اگر تمام ستارے منتقل ہونے والے ہوتے تو پھر ان کے چلنے کی منازل معلوم نہ ہوتیں اور نہ ہی

کوئی علامت انکی واقفیت پر ہوتی کیونکہ اس پر واقفیت تو صرف ان میں سے منتقل ہونے والوں کے چلنے سے ہوتی ہے کہ وہ دائمی ستاروں کی بروج سے منتقل ہوتے ہیں جیسے کہ استدلال کیا جاتا ہے زمین پر کسی بھی چلنے والے کے چلنے پر ان منازل سے جن سے وہ گزرتا ہے یا اگر ان کا منتقل ہونا ہمیشہ ایک ہی حال پر ہوتا تو ان کے نظام میں خلل واقع ہو جاتا اور مقصود باطل ہو جاتا اور کہنے والا اس پوزیشن میں ہے کہ کہے کہ ان کا ایک حال پر ہونا ان پر اہمال ثابت کر رہا ہے جس طرح ہم نے بیان کیا تو پھر انکے چلنے میں اور تصرف میں مختلف ہونے کی صورت میں اور اس میں جو مصلحتیں اور حاجتیں ہیں ان میں اس سے بھی زیادہ واضح طور پر دلیل ہے کہ یہ سب کچھ قصداً ہوا ہے اور باقاعدہ تدبیر سے ہے

بعض ستاروں کے فائدے

ان ستاروں میں غور کریں جو کہ بعض حصہ سال میں ظاہر ہوتے ہیں اور بعض میں چھپ جاتے ہیں جیسے کہ ثریا، جوزا، شعراء کے ستارے اور سہیل ستارہ وغیرہ پس اگر یہ تمام ایک ہی وقت میں ظاہر ہوتے تو کسی ایک کے لیے بھی اسکے الگ وجود پر کوئی دلالت جس سے لوگ اسے پہچانتے نہ ہو سکتی اور نہ ہی ان کو جو بعض امور میں رہنمائی لیتے ہیں ایسی کوئی رہنمائی مل سکتی جیسے کہ ان کا اس وقت کو پہچاننا جس میں کہ وہ طلوع ہوتے ہیں برج ثور سے اور جوزا سے اور اس وقت کا چھپ جانا جب وہ جھپ جائیں لہذا ہر ایک کا ظہور اور چھپنا ایسے وقت کے موقع پر ہو جو کہ دوسرے کا وہ وقت نہ ہو تاکہ لوگوں کو اس سے نفع حاصل ہو جس شے میں ہر ایک کے علیحدہ ہونے پر دلیل مل سکے اور ثریا اور دیگر اس جیسے ستارے صرف اس لیے ایسے بنائے گئے ہیں کہ ہر ایک وقت ظاہر ہوتے ہیں اور ایک وقت چھپتے ہیں کہ اس میں کسی قسم کی مصلحت ہے اور اسی طرح نبات نعش ستارے ہمیشہ ظاہر ہوتے ہیں چھپتے نہیں ہیں تو یہ کسی اور مصلحت کے لیے ہیں پس یہ ستارے یقینا بمنزلہ علامات کے ہیں جس سے لوگوں کو خشکی اور تری میں نادیدہ راستوں کی رہنمائی ہوتی ہے اور اسی طرح وہ غائب نہیں ہوتے اور نہ ہی چھپتے ہیں پس لوگ ان کو دیکھتے ہیں جب چاہیں ان سے رہنمائی حاصل کر لیتے ہیں جس طرف کی بھی چاہیں اور دونوں امر

اکھٹے ہی باوجود جہتوں کہ اختلاف کے کسی مصلحت اور حاجت کی طرف ہی مشیر ہے اور ان میں اور بھی کئی انسانی فائدے ہیں کہ ان سے لوگوں کے کئی کاموں پر ان کے اکثر اوقات میں علامت و دلالت حاصل ہوتی ہے جیسے کہ زراعت اور باغبانی اور تری و خشکی کے سفر اور وہ اشیاء جو کئی زمانوں میں حادث ہوتی ہے جیسے کہ بارشیں اور ہوائیں اور گرمی اور سردی وغیرہ اور اس سے ہی رات کے اندھیرے میں چلنے والے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں جس سے وہ وحشتناک بیابان طے کرتے ہیں اور خوفناک جنگلات میں سفر کرتے ہیں اور اسی کے ساتھ ساتھ ان ستاروں کا آسمان کے وسط میں آنا جانا اور طلوع و غروب ہونا بھی باعث عبرت ہے بے شک وہ تیز رفتار سے چلتا ہے اور خبر دار ہوتا ہے بھلا دیکھیں اگر یہ سورج اور چاند اور ستارے ہمارے قریب ہوتے حتی کہ انکی رفتار کی تیزی بھی ہمیں ظاہر ہوتی اپنی پوری حقیقت کے ساتھ تو کیا وہ اپنی شعاعوں اور تیز روشنی سے آنکھوں کا نہ اچک لیتے جیسے کہ کبھی کبھی بجلی جب مسلسل فضاء میں چمکے تو ایسا واقعہ رونما ہوتا ہے اور ایسے ہی اگر لوگ ایک بند قبے میں ہوں جہاں بہت سے چراغ ان کے ارد گرد گھوم رہے ہوں تو انکی آنکھیں خیرہ ہو جائیں (چندھیا جائیں) حتی کہ وہ منہ کے بل گر پڑیں پس آپ اندازہ کریں کہ کیسے مقدر کر دیا کہ انکا چلنا بہت دور ہو تا کہ وہ آنکھوں کو نقصان نہ کریں اور اس میں زخم نہ کر دیں اور پھر انتہائی تیزی مقرر کر دی تا کہ ضرورت کی مقدار سے اپنی چال میں پیچھے نہ رہ جائیں اور ان ستاروں میں روشنی کا تھوڑا سا حصہ بھی رکھ دیا کہ وہ روشنیوں کے قائم مقام ہو سکے جب کہ چاند نہ ہو اور ان میں حرکت بھی ممکن ہو جبکہ اس کی ضرورت پڑے جیسے کہ اگر کبھی انسان پر کوئی حادثہ آئے تو وہ رات کے درمیان ہی علیحدہ ہونے کی ضرورت محسوس کرے بستر سے الگ ہونا چاہے تو اگر کوئی روشنی بھی نہ ہو جس سے وہ رہنمائی لے سکے تو وہ اپنی جگہ سے الگ نہ ہو سکے گا لہذا اس اللہ کے لطف و حکمت پر غور کرو کہ اس نے اندھیرے کو غلبہ اور مدت دی ہے جتنی اسکی ضرورت ہوتی ہے اور اس دوران کچھ تھوڑی بہت روشنی کی بھی صورت پیدا کر دی ہے ان فائدوں کے لئے جو کہ ہم نے اوپر بیان کر دیئے ہیں۔

سورج وچاند وستارے اور برج سب ہی اپنے پیدا کرنے والے پر دلالت کرتے ہیں

تم غور کرو اس فلک پر اپنے شمس و قمر وستاروں اور برجوں سمیت پورے عالم پر ہمیشہ کا چکر لگائے ہوئے گھوم رہا ہے اس کا یہ اندازہ اور وزن ایسا ہے کہ اس میں اختلاف لیل ونہار آجاتا ہے اور پھر ان متواتر چار زمانوں میں زمین پر اور اس زمین میں جو کئی اقسام کے حیوان اور پودے ہیں ان پر ایک تنبیہ ہے کہ یہ سب کسی قسم کی مصلحت سے ہی ہو رہا ہے جیسے کہ میں نے بیان کیا اور ابھی تیرے سامنے ظاہر کر دیا اور کیا کسی عقل مند پر یہ اندازہ مخفی رہ سکتا ہے کہ یہ سب ایک طے شدہ اور درست اور حکمت کا نتیجہ ہے جو کہ اندازہ کرنے والے حکیم کی جانب سے ہے مگر کسی کہنے والے نے کہا کہ بے شک یہ شے اتفاقاً ایسی ہو گئی ہے تو اسے یہ کہنے سے کیا مانع ہے کہ وہ کہے ایسی بات رہٹ کے بارے میں کہ اسے گھومتا دیکھے اور وہ درختوں و پودوں کے باغیچہ میں پانی دے پس وہ سمجھے ہر شے کو اسکے آلات وغیرہ میں جو کہ بعض بعض سے ملتے ہیں اس لیے کہ اس میں باغ کی بہتری ہے اور پودوں کی بہتری ہے کہ یہ سب مقدر اور کسی کا بنایا ہوا ہے تو اسکی یہ بات کس سے ثابت ہو گی اگر یہ کہے گا اور آپ لوگوں کو کیسا دیکھیں گے اسکو کہتے ہوئے جبکہ وہ اس سے یہ سنیں گے کیا وہ انکار کر سکتا ہے یہ کہنے سے رہٹ کے بارے میں کہ لکڑی بنی ہے ایک چھوٹی سی محنت سے زمین ایک ٹکڑے میں تو یہ بغیر کسی کے بنانے کے بن گی اُور بلا اندازہ ہو گئی کیا وہ یہ قدرت رکھتا ہے کہ اس بڑے رہٹ کے بارے یہ کہے جو ایسی حکمت سے تیار ہوا ہے جس سے انسانی اذھان قاصر ہیں اس میں پوری زمین کی بہتری ہے اور اس کی بہتری ہے جو کہ اس زمین پر ہے کہ یہ اتفاقاً بغیر بنائے اور اندازہ کئے

بن گیا ہے اگر یہ فلک خراب ہو جائے جیسے کہ وہ آلات جن سے صفتیں تیار ہوتی ہیں خراب ہو جاتے ہیں تو کون سی شے یا حیلہ لوگوں کے پاس اسکی اصلاح کا ہوگا۔

رات و دن کا اندازہ

اے مفضل سوچ رات اور دن کے مقررہ اندازے کے بارے میں کہ کیسے وہ اس طور پر واقع ہے کہ اس میں اس مخلوق کی بہتری ہے پس ہر ایک کی انتہاء جب بڑھ جائے تو پندرہ اں گھنٹوں تک پہنچ جاتی ہے اس سے تجاوز نہیں کرتی بلکہ دیکھیں اگر دن کی مقدار ایک سو گھنٹے یا دو سو گھنٹے ہو کیا یہ ہر اس شے کے لیے حیوان ہو یا پودا ہلاکت کا باعث نہ ہوگا جو کہ زمین کے اندر رہتے ہیں حیوان تو اتنی طویل مدت تک نہ سکون پکڑے گا اور نہ ٹھہرے گا اور چوپائے بھی چرنے سے نہ رکیں گے اگر دن کی روشنی دائمار ہے اور نہ ہی انسان کام اور حرکت سے تھکے اور رکے گا تو یہ ان سب کو بوسیدہ کر دے گا اور ہلاکت تک پہنچا دے گا لیکن پودے جب ان پر دن کی گرمی طویل ہو گی اور سورج کی تپش زیادہ عرصہ تک رہے گی تو وہ خشک ہو جائیں گے اور جل جائیں گے اسی طرح رات اگر اتنی مدت لمبی ہو جائے تو وہ حیوانات کی تمام انواح کو حرکت اور معاش میں تصرف سے روک دے گی حتیٰ کہ وہ بھوک سے مر جائیں گے اور پودوں کی حرارت طبعیہ بجھ جائے گی یہاں تک کہ وہ بدبودار ہو جائیں گے اور خراب ہونگے جیسے کہ آپ سبزیوں پر ایسا رونما ہوتے دیکھتے ہیں جب وہ ایسے مقامات پر ہوں جہاں ان پر سورج طلوع ہوتا ہے۔

گرمی و سردی کے فوائد

اور آپ خیال کریں کہ یہ گرمی وسردی کیسے یکے بعد دیگرے عالم میں آتے ہیں اور ایسا تصرف کرتے ہیں جس سے کمی وبیشی واعتدال ہوتا ہے تاکہ سال کے چاروں زمانے قائم کئے جائیں اور جو بھی اس میں مصلحتیں ہیں پھر یہ دونوں جسموں کو رنگ دینے کے بعد جس پر ان کی بقا اور اصلاح ہے ایسے ہیں کہ اگر گرمی وسردی نہ ہوتی اور جسموں پر آنا نہ ہوتا تو وہ خراب ہو جاتے اور بوسیدہ ہوتے اور ٹوٹ جاتے اور پھر ایک کے دوسرے پر داخل ہونے میں غور کرو کہ کیسے آہستہ آہستہ اور ٹھہر کر ایک دوسرے پر آتے ہیں کہ آپ دیکھیں گے کہ ایک تھوڑا تھوڑا کم ہوتا جاتا ہے اور دوسرا بڑھتا جاتا ہے حتیٰ کہ ہر ایک کمی وبیشی میں اپنی مقررہ انتہاء تک پہنچ جاتے ہیں اگر ایک کا دوسرے پر داخل ہونا اچانک ہوتا یکدم ہوتا تو یہ جسموں کو بھی نقصان دیتا اور ان کو بیمار کر دیتا جیسے کہ تم میں سے کوئی یکدم گرم حمام سے ٹھنڈی جگہ پر آنے تو اسے تکلیف ہو جاتی ہے اور بدن بیمار ہو جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے بھی سردی و گرمی میں یہ آہستگی و ٹھہراؤ اچانک ہونے والے ضرر سے بچاؤ کے لیے کیا ہے اور پھر کیونکر جاری ہوا وہ امر جس میں سلامتی ہے اس اچانک والی تکلیف سے اگر تدبیر اور حکمت اس میں نہ ہوتی اگر کوئی گمان کرے کہ یہ ٹھہراؤ سردی و گرمی کے داخل ہونے میں اس وجہ سے ہے کہ سورج کی رفتار اسکے ارتفاع میں اور انحطاط میں سست ہو جاتی ہے تو اس سے پوچھا جائے گا کہ سورج کے ارتفاع و انحطاط میں اسکی رفتار میں سستی کیوں آتی ہے تو اگر وہ اسکی علت یہ بتائے کہ ابطاء اس لیے ہے کہ دونوں مشرقوں میں بعد ہو جاتا ہے تو پھر اسکی علت پوچھی جائے گی چنانچہ یہ سوال اتنا ہی آگے بڑھتا جائے گا جتنی یہ بات آگے جائے گی حتیٰ کہ قصد و تدبیر پر جا کر رکے گی۔ اگر گرمی نہ ہوتی تو پھل خشک نہ ہوتے نہ پکتے اور نہ ہی نرم و میٹھے ہوتے حتیٰ کہ وہ تر یا خشک میوہ بنتا اور اگر سردی نہ ہوتی تو کھیتی اس طرح نہ بڑھتی اور نہ ہی اتنا ہی اتنا زیادہ پھیلتی اور اس سے روزی میں وسعت ہوتی اور نہ ہی زمین بیج کے لیے لوٹاتی کیا آپ نے نہیں دیکھا گرمی وسردی میں کہ کس قدر غنا و نفع ہے اور پھر یہ دونوں باوجود غنی کرنے اور نفع پہنچانے کے انسانی بدن کو تکلیف دیتے

ہیں اور لاغر کرتے ہیں اس میں بھی سوچنے والے کے لیے عبرت ہے اور اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک حکمت والے کی تدبیر ہے جس میں پورے عالم کی مصلحت ہے۔

ہوا اور اس میں کیا ہے

اور میں اے مفضل تجھے خبر دار کرتا ہوں ہوا پر اور اس کے اندر والی شے پر کیا آپ اسکے رکنے کو نہیں دیکھتے کہ جب وہ رکے کیسے گھٹن پیدا ہو جاتی ہے جو قریب ہے کہ جانوں پر غالب آجائے اور تندرسوں کو بیمار کر دے اور بیماروں کو لاغر کر دے اور پھلوں کو خراب کر دے اور سبزیوں کو بدبودار کر دے اور جسموں میں دباؤ پیدا ہو جائے اور غلے آفت زدہ ہو جائیں پس اس میں یہ بیان ہے کہ ہواؤں کا چلنا بھی مخلوق کی اصلاح کیلئے اس حکمت والے کی ہی تدبیر ہے۔

ہواء و آوازیں

اور میں تجھے ہوا و آوازیں اور میں تجھے ہوا کی ایک اور عادت بتاتا ہوں بے شک آواز ایک اثر ہے جسے جسموں کے ٹکرانے اور رگڑنے سے ہوا میں تاثیر ہوتی ہے اور ہوا اسے کانوں تک پہنچاتی ہے (یہ اجسام کی رگڑ کا نتیجہ ہوتا ہے) لوگ اپنی ضروریات اور حاجتوں کے بارے سارا دن و ساری رات باتیں کرتے رہتے ہیں اگر کلام کا اثر ہوا میں باقی رہتا جیسے کہ تحریر کاغذ میں باقی رہتی ہے تو پورا جہان اس سے بھر جاتا اور یہ انہیں تکلیف میں مبتلا کر دیتی اور بوجھل بنا دیتی اور وہ اسے جدید اور تبدیل کرنے کی ضرورت محسوس کرتے جیسے کہ اکثر اوقات کاغذوں کی تجدید کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے کہ جو لکھی جاتی ہے اس سے بولی جانے والی کلام زیادہ ہوتی ہے تو اللہ عزوجل نے ہوا کو ایک خفیہ کاغذ بنا دیا ہے جو کہ کلام کو اتنی دیر تک

اٹھائے رکھتا ہے جب تک اس عالم کو اسکی ضرورت ہوتی ہے پھر اس کو مٹا دیا جاتا ہے اور پھر نیا وصاف اسکی جگہ آجاتا ہے اور وہ جو بھی اٹھاتا ہے ہمیشہ بغیر کسی انقطاع کے اٹھاتا ہے تیرے لیے یہ باد نسیم عبرت کے لیے کافی ہے کہ اس میں کس قدر مصلحتیں ہیں کیونکہ یہ ان جسموں کی زندگی ہے اور ان کو اندر سے تھامے ہوئے ہے جو کہ وہ باہر سے سونگھتے ہیں جو اسکی روح سے ہم آہنگ ہوتی ہے اور اس میں ان آوازوں کو انتہائی دور تک پہنچادیتی ہے اور وہ ان اروح کو ایک مقام سے دوسرے مقام میں منتقل کرتی ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ تجھے کیسے خوشبو آتی ہے جب ہوا چلتی ہے اسی طرح آواز اور وہی اس گرمی و سردی کو قبول کرنے والی ہوتی ہے جو کہ اس عالم میں دونوں اسکی اصلاح کے لیے یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور اسی سے یہ ہوا ہوتی ہے جو تیز چلتی ہے تو وہ جسموں سے ٹکرا جاتی ہے اور بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ہانکتی ہے تاکہ نفع عام ہو حتیٰ کہ وہ بادل جمع ہوتے ہیں اور بارش ہوتی ہے اور بہتی ہے حتیٰ کہ وہ ہلکے ہوتے ہیں اور شفاف ہوتے ہیں تو درختوں کو ملاپ کرتی ہے اور کشتیوں کو چلاتی ہے اور کھانے کی چیزوں کو ڈھیلا و نرم کرتی ہے اور پانی کو ٹھنڈا کرتی ہے اور آگ جلاتی ہے اور تر چیزوں کو خشک کرتی ہے قصہ مختصر یہ ہوا ہر شئ کو جو زمین میں ہے زندہ رکھتی ہے اور اگر انگوریوں والوں کے لیے یہ ہوا نہ ہوتی تو حیوانات بھی مر جاتے اور اشیاء میں گرمی آجاتی اور وہ خراب ہو جاتیں۔

زمین کی ہیت کذائی۔

اے مفضل تم غور کرو ان جواہر اربعہ میں جو کہ اللہ عزوجل نے پیدا فرمائے ہیں تاکہ جسکی ضرورت ہو وہ وسیع طور پر ہو ان میں سے زمین کا وسیع اور پھیلی ہوئی ہونا ہے اگر یہ نہ ہوتی تو لوگوں کے گھروں کے لیے اور ان کے کھیتوں کے لیے اور چراگاہوں کے لیے اور لکڑی لگانے کیلئے اور ایندھن اگانے کے لیے اور بڑے درخت اور بڑی معدنیات کے لیے گنجائش کیسے ہوتی؟ شائد کوئی ان خالی جنگلات کا انکار کرے اور وحشت ناک صحراء کو نہ مانے اور کہے کہ ان میں کیا نفع ہے تو سنو یہ ان وحشیوں کے ٹھکانے اور مقامات اور چراہ گاہیں ہیں پھر ان میں لوگوں کے لیے سانس لینا اور ادھر ادھر پھرنا ہے جبکہ وہ

اسکی اپنے وطنوں کو تبدیل کرتے وقت محتاج ہوں تو کس قدر نشیب فراز محلات و باغات میں تبدیل ہو چکے ہیں کہ لوگ انکی طرف منتقل ہوئے اور رہنے لگے اگر یہ زمین کی وسعت نہ ہوتی اور گنجائش نہ ہوتی تو لوگ جیسے کے ہیں ایک تنگ حصار میں ہوتے اور وہ جب وہاں سے ضرورت پڑنے پر منتقل ہونے پر مجبور ہوتے تو کوئی گنجائش نہ پاتے۔

پھر اس زمین کی تخلیق پر غور کرو کہ جس شکل میں ہے جب سے پیدا کی گئی ہے دائماً جھکی ہوئی ہے اور تمام اشیاء کے ٹھہرنے ورکنے کی جگہ ہے چنانچہ لوگوں کو اپنی ضرورت کیلیئے اس پر چلنے کی آسانی ہے اور اپنی راحت کے لیے بیٹھنے کی قدرت ہے اور سکون کے لیے اس پر سو سکتے ہیں اور اپنا کام مضبوطی سے کر سکتے ہیں کیونکہ اگر یہ کانپتی ہوئی جھکی ہوتی تو لوگ اس پر عمارتیں اور لکڑی کا کام اور صفت اور اسطرح کے دیگر کام نہ کر سکتے بلکہ زندگی ہی خوشگوار نہ ہوتی جبکہ زمین نیچے سے ہل رہی ہوتی اور اندازہ کرلے کہ جب زلزلہ آتا ہے تو لوگوں کو کس قدر تکلیف ہوتی ہے باوجود یہ کہ یہ کبھی کبھار ہوتا ہے لیکن لوگ اپنے علاقے چھوڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں اور وہاں سے بھاگ جاتے ہیں اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ زمین میں زلزلہ کیوں آتا ہے تو اسے کہا جائے گا زلزلہ اور اس طرح کی اور اشیاء نصیحت اور ڈراوا ہوتا ہے کہ لوگ اس سے ڈریں اور نافرمانیوں سے بعض رہیں اور ایسے ہی ہر مصیبت جو جسموں اور مالوں میں آتی ہے تو وہ بھی تدبیر ہے لوگوں کی اصلاح اور تقویت کیلیئے اور انکے لیے اگر بہتر ہوں تو اسکا معاوضہ وثواب آخرت میں رکھ دیا جاتا ہے جس کا موازنہ دنیا کی کوئی شے نہیں کر سکتی اور کئی مرتبہ ان کو وہ بدلہ دنیا میں بھی دے دیا جاتا ہے اگر ان کا اس میں عمومی یا خصوصی کوئی نفع ہو۔ پھر زمین اپنی طبیعت کے اعتبار سے جس پر اللہ نے اسکو پیدا کیا ہے ٹھنڈی وخشک ہے اور ایسے ہی پتھر بھی مگر دونوں میں فرق ہے کہ پتھر میں خشکی زیادہ ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اگر زمین پر خشکی قدرے زیادہ ہو جائے تو وہ پتھر کی طرح ٹھوس ہو جاتی ہے تو کیا وہ جڑی بوٹیاں اگا سکے گی جن میں جانوروں کی زندگی ہے اور کیا اس میں کھیتی ممکن ہو گی یا عمارت بن سکے گی ہر گز نہیں کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ خشکی سے پتھر سے کس طرح کم ہوتی ہے اور بانسبت پتھر کے اس میں نرمی اور ملائمت ہے تاکہ اس پر سہارا لیا جاسکے۔

پانی کے فوائد اور اسکی کثرت کا سبب

پانی کے فوائد اور اسکی کثرت کا سبب اور حکمت والے جلیل القدر مالک کا زمین کے پیدا کرنے میں بھی ایک تدبیر ہے کہ شمال کی جانب جنوبی جانب سے بلند ہے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا یہ سوائے اسکے نہیں ہے مگر اس لیے کہ پانی سطح زمین پر ایک جانب سے اترے اور اسے پلائے اور سیر اب کرے پھر آخر میں وہ دریا میں بہہ جائے جیسے کہ چھت کی ایک جانب کو اونچی اور دوسری کو پست کیا جاتا ہے تاکہ پانی اترے اور اس پر کھڑا نہ رہے ایسے ہی شمالی علاقے کو جنوبی علاقے سے اونچا کر دیا صرف اسی مقصد کے لیے اگر یہ نہ ہوتا تو پانی زمین کی سطح پر حیران کھڑا ہوتا اور لوگوں کو کاموں میں رکاوٹ ہوتی اور راستے اور گزرگاہیں کٹ جاتیں پھر پانی اگر اتنی کثیر مقدار میں نہ ہوتا اور چشموں و وادیوں و نہروں سے نہ اچھلتا تو جس کی لوگوں کو ضرورت ہوتی اس میں تنگی ہوتی مثلاً ان کے اپنے پینے اور اپنے جانوروں کو پلانے اور اپنی کھیتوں کو لگانے اور درختوں کو لگانے اور تمام قسم کے غلوں میں لگانے کہ لیے اور جو وحشی جانور اور پرندے درندے پانی پر آئیں انکو پینے کیلیئے اور مچھلیوں کے آنے جانے کے لیے اور دیگر آبی جانوروں کے کیلیئے تنگی ہوتی اور اس میں دیگر کئی منافع ہیں اور آپ انکو خوب جانتے ہیں لیکن اسکے اتنے بڑے اثر اور ضرورت و اہمیت سے غافل ہیں بے شک اس مشہور و معروف انتہائی جلیل القدر امر کے علاوہ جو اسکی عظیم بے پروائی ہے تمام زمین والے حیوانات و پودے پر انکو زندہ رکھنے کیلیئے ایک اور بات بھی ہے کہ پانی پینے والی اشیاء میں مل کر پینے والے کیلیئے لذت دیتا ہے اور خوشگوار ہو جاتا ہے اور اسی پانی سے جسموں کو صاف کیا جاتا ہے اور دیگر سامان وغیرہ کو میل و کچیل سے جو ان پر چڑھی ہوتی ہے صفائی کی جاتی ہے اور اسی سے مٹی تر ہوتی ہے اور کام کے لیے بہتر بن جاتی ہے اور اس سے جب کبھی آگ بھڑک اٹھے تو اسکے شعلے سے بچا جاتا ہے جبکہ لوگ مرنے کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور اسی سے تھکا ہوا میلا کچیلا آدمی گرم کرکے پانی استعمال کرتا ہے تو اسکے پڑنے سے راحت پاتا ہے اور اس طرح کے فائدے جنکی

اہمیت ضرورت پڑنے پر محسوس ہوتی ہے اور اگر تجھے اس بے اندازہ پانی کثیر کے فائدہ میں شک ہے جو کہ دریاؤں میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے اور تو کہے کہ اسکا کیا فائدہ ہے تو معلوم کیا جائے کہ وہ اپنی پناہ میں لینے والا ہے اور پھرنے کی جگہ فراہم کرتا ہے کئی اقسام کی مچھلیوں اور دریائی جانوروں کو اور موتی اور یاقوت اور عنبر کا معدن ہے اور کئی قسم کی اشیاء جو کہ سمندر سے نکالی جاتی ہیں اور اسکے ساحلوں پر اگر جو خوشبودار لکڑی ہے اور کئی اقسام کی خوشبودار بوٹیوں کے اگنے کی جگہ ہے اور پھر یہ کثیر سمندری پانی اس کے بعد لوگوں کے لیے سواری کا کام دیتا ہے اور ان تجارتوں کا محمل ہے جو کہ دور دراز کے شہروں سے کی جاتی ہے جیسے کہ مال لایا جایا جاتا ہے چین سے عراق کو اور عراق سے چین کو بے شک اگر یہ تجارتیں نہ ہوتیں اور ان سب کو اٹھانا پڑتا اپنی پشت پر تو وہ تباہ ہو جاتے اور اسی کی وجہ سے شہر باقی رہے اور لوگوں کے ہاتھ بھی کیونکہ اسکو اٹھانے کی مزدوری ان کی قیمت سے تجاوز کر جاتی تو کوئی بھی اسکے اٹھانے کی طرف آگے نہ آتا تو ایسی صورت میں دو ہی امر پیش آتے ایک یہ کہ بہت سی اشیاء جن کی ضرورت شدید ہوتی وہ نہ ملتیں اور دوسری یہ اٹھانے والوں کا معاش ختم ہو جاتا جو کہ اس پر زندگی گزار رہے ہیں۔

ہوا کا فائدہ اور سبب کثرت

اسی طرح ہوا کی اگر کثرت اور وسعت نہ ہوتی تو ان لوگوں کا دھویں اور بخارات سے دم گھٹنے لگتا جس میں وہ حیران ہوتے اور بادل اور تنگیوں تک حائل ہونے سے عاجز ہوتے اور اس کے بارے میں کافی گفتگو گزر چکی ہے۔

آگ کے منافع اور اسکا جسموں میں خزانے کی طرح ہونا

اور آگ بھی اسی طرح ہے پس وہ اگر ہوا اور پانی کی طرح پھیلی ہوئی ہوتی تو پورے عالم اور اس کے اندر کی اشیاء کو جلا دیتی اور جب اسکے تمام اوقات میں ظہور کے بغیر چارہ کار بھی نہیں ہے کیونکہ وہ بہت سے مفادات میں کام آتی ہے تو اسکو جسموں میں خزانے کی طرح بنا دیا جب اسکی ضرورت ہوتی ہے اسے تلاش کیا جاتا ہے اور اسے اسکے مواد اور لکڑی کے ساتھ روک لیا جاتا ہے جتنی اسکی باقی رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ بجھ نہ جائے پس وہ مادہ اور لکڑی کو نہیں روکتی کہ اس سے مشقت زیادہ ہوتی اور نہ ہی یہ پھیلا کر ظاہر کی گئی ہے ورنہ یہ ہر شے کو جلا دیتی بلکہ یہ ایک اندازے اور تیاری میں ہوتی ہے جس میں اس کے منافع سے فائدہ کا حصول اور اسکے ضرر سے بچاؤ دونوں کو جمع کر دیا گیا ہے پھر اس میں ایک اور فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ انسان کے ساتھ مخصوص ہے دیگر حیوانات میں نہیں کیونکہ اس میں انسان کی ہی مصلحت ہے کیونکہ اگر اسے آگ نہ ملے تو اسکی معاش میں بہت بڑا ضرر داخل ہو جائے دیگر جانور تو آگ استعمال ہی نہیں کرتے اور نہ ہی اس سے فائدہ لیتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں یہ طے کیا ہے کہ یہ آگ ایسی ہو تو انسان کے لیے ہتھیلیاں و انگلیاں پیدا کر دیں جو کہ آگ نکالنے اور اسے استعمال کرنے کے لیے بنی ہیں جبکہ چوپائیوں کو ایسا نہیں دیا گیا لیکن ان کی مدد صبر دیکر کر دی ہے کہ اپنی معاش میں سختی اور خلل سے صبر کر لیتے ہیں تاکہ انہیں آگ نہ ملنے کی صورت میں وہ تکلیف نہ پہنچے جو کہ انسان کو آگ نہ ملنے کی وجہ سے پہنچتی ہے۔ میں تمہیں خبر دیتا ہوں آگ کے فوائد کی باوجود ایک چھوٹی اور انتہائی اہم ہونے کے کہ یہ چراغ جسے لوگ بناتے ہیں اور اپنی حاجتیں پوری کرتے ہیں جو بھی رات کو وہ چاہیں اگر یہ فائدہ نہ ہوتا تو لوگ اپنی عمریں ان کی طرح بسر کر دیتے جو کہ قبروں میں ہیں پس کون استطاعت رکھتا کہ لکھ سکے یا یاد کر سکے یا بن سکے رات کی تاریکی میں اور پھر کیا حال ہو اس شخص کا جسے رات کے اوقات میں کوئی درد شروع ہو جائے اور اسے لیپ کرنے یا سفوف استعمال کرنے یا کوئی ایسی شے جس سے شفاء ہو سکتی ہے برتنے کی ضرورت پڑ جائے لیکن آگ کے منافع کھانے پکانے اور بدن کو حرارت دینے اور چیزوں کو سلگانے اور تحلیل کرنے وغیرہ میں جو ہیں تو وہ شمار کرنے سے بھی زیادہ ہیں اور مخفی ہونے سے بھی واضح ہیں۔

صاف فضاو بارش اواسکا عالم پر یکے بعد دیگرے آنااور اسکے فوائد

اے مفضل غور کر صاف فضاء میں اور بارش میں کہ کیسے وہ یکے بعد دیگرے آتے ہیں اس عالم میں کیونکہ اس میں اسکی بہتری ہے اور اگر ان میں سے ایک دائمی رہے تو اس سے فساد ہو کیا آپ نے دیکھا نہیں ہے کہ بارشیں جب مسلسل ہوتی ہیں تو ترکاریاں بدبودار ہو جاتی ہیں اور سبزیاں متعفن ہو جاتی ہیں اور جانداروں کے بدن ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور ہوا رک جاتی ہے اور کئی اقسام کی امراض پیدا ہوتی ہیں اور راستے خراب ہوتے ہیں اور گزرگاہیں تباہ ہو جاتی ہیں اور اگر صاف فضاء دائمی رہے تو زمین خشک ہو جائے اور بوٹیاں جل جائیں اور چشموں کا اور وادیوں کا پانی ختم ہو جائے اور لوگوں کو ضرر ہو اور ہوا پر خشکی غالب ہو تو دوسری قسم کی بیماریاں پیدا ہو جائیں لیکن جب وہ آگے پیچھے جہان میں آتے ہیں تو ہوا معتدل ہوتی ہے اور ایک سے دوسری کا دفاع ہوتا ہے اور اشیاء میں بہتری آتی ہے اور درستگی ہوتی ہے کوئی کہے کہ پھر یہ ہوا بعض اوقات انسان کے لیے بہت نقصان دہ ہو جاتی ہے تو اسکو کہا جائے گا اس لیے تاکہ دردمند ہو انسان اور اسے کچھ تکلیف ہو اور وہ نافرمانیوں سے رکے ۔ جیسے کہ انسان کا بدن جب بیمار ہو تو اسے دوا کی ضرورت ہوتی ہے جو کڑوی ناگوار ہوں تاکہ اسکی طبیعت درست ہو جائے اور جو خرابی ہوئی اسکی اصلاح ہو ایسے ہی جب وہ سرکشی کرتا ہے اور شدت برتتا ہے تو اسے ضرورت ہے دردمند کیا جائے اور تکلیف دی جائے تاکہ وہ رجوع کرے اور برائی سے باز رہے اپنے آپ کو اس پر جما کے جس میں اسکی ہدایت اور قسمت ہے اور اگر کوئی بادشاہ اپنی مملکت والوں میں کئی قنطار سونا چاندی تقسیم کر دے تو کیا وہ انکے نزدیک عظیم نہ ہو گا اور اسکی وجہ سے اسکا دبدبہ بھی جاری ہو گا پس کہاں یہ اور کہاں وہ خوشگوار بارش جو کہ تمام شہروں میں پھیل جائے اور غلہ زیادہ کر لے جو کہ سونے و چاندی کے قنطاروں سے بھی زیادہ ہے تمام روئے زمین کے ممالک پر کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ ایک بارش ہی کس قدر بڑی ہے اور عظیم نعمت ہے تمام لوگوں پر جبکہ لوگ اس سے بھولے ہوئے ہیں اور بعض اوقات ان میں سے کسی ایک

سے اسکی حاجت رک جاتی ہے جسکی اس نے قدر نہیں کی ہوتی تو پھر وہ برا مناتا ہے اور ناراض ہوتا ہے ترجیح دیتے ہوئے گھٹیا قدر والی کو عظیم نفع والی شے پر جو کہ اسکے لیے انجام کار اچھی ہوتی ہے اور وہ اسکے فائدے اور بڑے کام کو جانتا نہیں ہوتا۔

بارش کے زمین پر آنے کی مصلحتیں اور اس میں تدبیر کا اثر

آپ بارش کے زمین پر اترنے کو دیکھیں اور اسکی تدبیر ملاحظہ کریں اسکو ایسا بنایا کہ یہ اوپر کی طرف سے اترتی ہے تاکہ موٹی اور بلند شے کو بھی ڈھانپ لے اور سیراب کرے اور اگر یہ کسی اور جانب سے آتی تو ان مقامات پر نہ چڑھتی جو بلند ہوتے اور نہ زمین میں کم جگہ پر زراعت ہوتی آپ دیکھتے نہیں کہ جو حصہ زمین بہنے والے پانی سے کاشت ہوتا ہے وہ کم ہے پس بارشیں ہی پوری زمین پر چھا جاتی ہیں اور بعض اوقات کاشت ان وسیع جنگلوں میں اور پہاڑی مقامات میں اور انکے دامنوں میں ہوتی ہے تو غلہ بکثرت ہوتا ہے اور اسی سے بہت سے علاقوں میں پانی کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانے کی مشقت سے بھی اکثر لوگ بچے رہتے ہیں اور پھر پانی لے جانے میں جو جھگڑے اور ظلم برپا ہوتے ہیں حتیٰ کہ طاقت و قوت والے پانی پر تسلط جما لیتے ہیں اور کمزور محروم رہ جاتے ہیں پھر جب یہ مقرر کر دیا گیا کہ وہ زمین پر اترے تو اسکو چھڑکاؤ کی طرح قطرے بنا دیا تاکہ زمین کے پیندے میں گھس کر سیراب کرے اور اگر یوں ہی ڈال دی جاتی تو زمین کی سطح پر آتی مگر جذب نہ ہوتی اور پھر وہ کھڑی فصلوں کو توڑتی جب اس پر زور سے گرتی تو اسکو نرم نرم اترنے والی بنایا جس سے بویا ہوا دانہ اگتا ہے زمین زندہ ہوتی ہے اور کھڑی فصل بھی اور اسکے اترنے میں اور بھی کئی مصلحتیں ہیں کہ یہ بدنوں کو نرم کرتی ہے ہوا کا غبار صاف کرتی ہے اور اس سے پیدا ہونے والی وبا اٹھ جاتی ہے اور مرض خون جس کا نام یرقان ہے جو درختوں و کھیتوں پر گرتی ہے اس سے دھل جاتی ہے اس طرح کے اور منافع پس اگر کوئی یہ کہے کیا اس بارش سے بعض سالوں میں بہت بڑا نقصان نہیں ہوتا کہ یہ بارش شدید برسی ہو یا برف باری ہوئی ہو جس میں غلے گر جاتے اور ٹوٹ جاتے ہیں اور ایسے بخارات ہوا میں پیدا ہو جاتے ہیں کہ جن سے بہت سے امراض جسموں میں پیدا ہوتے ہیں اور غلہ جات میں خرابیاں آجاتی ہیں تو جواب میں کہا جائے گا

ہاں کیوں نہیں کبھی ایسی زیادہ ہو جاتی ہے لیکن اس میں بھی انسان کی بہتری ہوتی ہے اوا سے نافرمانیوں سے اور سرکشی سے روکنا ہوتا ہے لہذا وہ مصلحت جس میں اسکا دینی فائدہ ہو زیادہ ترجیح والی ہے اس سے جو کہ شاید اسکے مال میں داخل ہو۔

پہاڑوں کے منافع

اے مفضل ان پہاڑوں کو دیکھو جو کہ مٹی اور پتھر سے جوڑ کر بنائے گئے ہیں جن کو بے خبر لوگ زائد از ضرورت سمجھتے ہیں حالانکہ ان میں بہت سے منافع ہیں ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ ان پر برف گرتی ہے اور وہ پھر اسکی چوٹیوں پر ضرورت مندوں کے لیے باقی رہتی ہے اور جو پگھلنی ہوتی ہے وہ پگھل جاتی ہے چنانچہ اس سے کثیر پانی والے چشمے چلتے ہیں جن سے بڑی بڑی نہریں بن سکتی ہیں اور ان میں کئ قسم کی جڑی بوٹیاں اور انگوریاں پیدا ہوتی ہے جو کہ عام میدانی علاقوں میں پیدا نہیں ہوتیں اور ان میں غاریں اور چیرنے پھاڑنے والے وحشی درندوں کے لیے جائے پناہ ہوتی ہے اور ان سے قلعے اور دشمنوں سے بچاؤ کیلئے مضبوط عمارتیں بنائی جاتی ہیں اور ان سے عمارتوں کیلئے پتھر تراشے جاتے ہیں اور چکیاں بنائی جاتی ہیں اور ان میں معدنیات کئی قسم کے جواہرات کی پائی جاتی ہیں اور ان میں اور کئی صفات ہیں جنکو صرف تقدیر والا ہی اپنے علم سابق سے جانتا ہے۔

معدنیات کی قسمیں اور اس سے انسان کو فائدہ حاصل کرنا

اے مفضل ذرا غور کر ان معدنیات میں اور جو ان سے جواہرات نکلتے ہیں جیسے کہ حبص اور کلس، جبین اور زرنیخ اور مرتک اور توتیاء اور زنبق (چونا۔ گچ۔ جپسم۔ ہڑتال۔ راکھ والا چونا۔ نیلا تھوتھا۔ پارہ وغیرہ) اور پیتل وتانبا اور سونا اور چاندی اور زبرجد اور یاقوت اور زمرد اور دیگر اقسام کے قیمتی پتھر اور ایسے ہی جو ان میں سے تارکول اور المونیم اور گندھک اور مٹی کا تیل وغیرہ جس کو استعمال کرتے ہیں اپنی ضروریات میں تو کیا کسی ذی عقل پر یہ مخفی ہے کہ سب ذخائر انسان کے لیے زمین

میں ذخیرہ کیے گئے ہیں تاکہ انکو نکالے اور بوقت ضرورت استعمال کرے پھر لوگوں کی تدبیر و حیلہ میں کمی ہوتی ہے جو وہ قصد کرتے ہیں اس میں اپنی حرص و کوشش سے اس ہنر اور مہارت میں کیونکہ اگر وہ اپنے مقصد پر اس علم میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو یقیناوہ ظاہر ہو اور پورے عالم میں پھیل جائے حتی کہ سونا و چاندی بکثرت ہو جائے اور لوگوں کے ہاں حقیر و ردی ہو جائیں اور ان کی کوئی قیمت نہ ہو اور ان سے بیع و شرار میں اور دیگر معاملات میں انتفاع بھی باطل و بیکار ہو جائے اور نہ ہی بادشاہ مالوں کو کھینچتا اور نہ ہی کوئی ان کو آئندہ فائدے کے لیے ذخیرہ بناتا اور بے شک اسکے ساتھ ساتھ بہت سے لوگوں کو تانبے سے پیتل بنانے کی مہارت دی گئی ہے اور ریت سے شیشہ سازی اور قلعی سیسہ سے چاندی بنانا اور چاندی سے سونا اور اس طرح کی اور بہت سی مہارتیں جن میں کوئی ضرر نہیں ہے آپ دیکھیں کہ ان کو بے ضرر مراد کیسی دی گئی ہے اور جس میں ان کا ضرر ہے وہ ان سے روک دی گئی ہے اگر وہ اسے حاصل کرنے لگیں اور جو شخص معدنیات میں گہری دلچسپی لے اور گھسے تو وہ ایک ایسی عظیم وادی تک پہنچے گا جو تیزی سے انتہائی کثیر پانی سے چل رہی ہوتی ہے نہ اسکی گہرائی تک پہنچا جاتا ہے اور نہ اسے عبور کرنیکی تدبیر ہے اور اس کے پیچھے چاندی کے پہاڑ ہیں اب اس میں غور کر کہ یہ کیسی حکمت والے خالق کی تدبیر ہے بے شک اللہ عزوجل اپنے بندوں کو اپنی قدرت دکھانا چاہتا ہے اور اپنے خزانوں کی وسعت بتانا چاہتا ہے تاکہ انہیں یہ معلوم ہو کہ اگر اللہ چاہے کہ وہ ان کو چاندی کے پہاڑ عطا کرے تو ایسا وہ کر سکتا ہے لیکن اس میں انکے لیے بہتری نہیں ہے اس لیے کہ اگر اللہ ایسا کر دے تو پھر اس میں یہ حشر ہو گا جو ہم نے ذکر کیا کہ یہ جوہر لوگوں کے ہاں بے قدر ہو جائے گا اور انہیں اس میں نفع بھی بہت کم ہے اس کو اس پر قیاس کرو کہ کبھی کوئی خوبصورت چیز سامان یا برتنوں میں نئی وجود میں آئے تو جب تک وہ کمیاب اور کم رہتی ہے وہ نفیس قیمتی اور اہم ہوتی ہے اور جب وہ پھیل جاتی ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں بکثرت آجاتی ہے تو اسکی قدر گر جاتی ہے اور قیمت بھی گھٹ جاتی ہے اور اشیاء کی نفاست انکی کمیابی سے ہوتی ہے۔

جڑی بوٹیاں اور ان میں فوائد

اے مفضل اس بات پر غور کر کہ یہ پودے اوران میں کئی قسم کے فوائد موجود ہیں پس پھل تو غذا کے لیے ہیں اور بھوسا چارے کیلئے ہے اور ایندھن جلانے کے لیے ہے اور لکڑی ہر طرح کی تجارت کے لیے ہے اور چھلکے اور پتے اور جڑیں اور گوند کئی قسم کے منافع کے لیے ہیں آپ دیکھیں کہ اگر ہم پھلوں کو جن سے غذا حاصل کرتے ہیں زمین کی سطح پر ایک جگہ اکھٹے پالیتے اور وہ ان ٹہنیوں پر جو انکو اٹھاتے ہوئے ہیں نہ لگے ہوتے تو ہمارے معاش میں کس قدر خلل واقع ہوتا اگرچہ غذا تو مل جاتی مگر منافع از قسم لکڑی وایندھن و بھوسہ وغیرہ بھی ہیں جو کہ ہمارے ہاں بہت عظیم مقام رکھتے ہیں اور بڑی اہمیت والے ہیں اور پھر اس کے ساتھ ساتھ انگوروں میں ایک لذت انکو خوبصورت دیکھنا بھی ہے اور انکی تازگی جسکے لیے کوئی شئ بھی برابری نہیں کرسکتیں تمام عالم کی اشیاء میں سے پورے عالم کے مناظر اور خوشگواریاں اس میں موجود ہیں۔

پودوں کا بڑھنا اور اس کا سبب

اے مفضل ذرا اس بڑھنے پر غور کر جو کہ کھیتی میں رکھا گیا ہے چنانچہ ایک دانہ اپنے پیچھے ایک سو دانہ لے کر آتا ہے کبھی کم وبیش بھی ہوتا ہے اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایک دانہ صرف ایک ہی دانہ اپنے جتنا لاتا پس یہ اس طرح اتنا کیوں بڑھتا ہے سوائے اسکے نہیں کہ اس سے غلہ وسعت کے ساتھ ہو جائے اور جب زمین میں بیج پہنچتا ہے اور جو کسان کو اس سے آئندہ کی کھیتی ہونے تک روزی ملنے کی توقع ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر بادشاہ کسی شہر کی تعمیر کا ارادہ کرے تو طریقہ یہ ہے کہ وہاں کے کسی باشندے کو بیج بونے کے لیے زمین دے اور کھیتی کے لیے سہولتیں دے پس آپ دیکھیں کیسی مثال مل رہی ہے جو کہ حکمت والے کی تدبیر ہے چنانچہ کھیتی بڑھتی رہتی ہے اس طرح بڑھنا ہوتا ہے کہ روزی اور زراعت کے لیے جسکی ضرورت ہے وہ پوری ہو سکے اور ایسے ہی درخت اور پودے اور کھجور بہت بڑھتے ہیں آپ دیکھیں گے کہ ایک تنے کے ارد گرد اسکے کتنے بچے ہیں یہ ایک امر عظیم ہے بھلا ایسا کیوں ہے اس لیے تاکہ اس میں لوگوں کے کاٹنے کیلئے ہو اور اپنی ضرورت میں استعمال کرنے کیلئے ہو اور جو عمدہ (برنی کھجور) ہوتی ہے اسے زمین میں کاشت کرتے ہیں اور اگر اسکا کوئی تنا

اکیلا باقی رہ جائے تو وہ شاخیں نہیں نکالتا اور نہ ہی بڑھتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے کسی کام کے لیے کاٹنا پڑے اور وہ کاشت کے لیے نہیں ہوتا پھرا گر اسے کوئی بیماری لگ جائے تو وہ تنا کٹ جاتا ہے پس اس سے پیچھے تنا پیدا نہیں ہوتا۔

بعض پودے انکی کیسے حفاظت ہوتی ہے اور درخت و کئی پودوں کے پیدا کرنے میں حکمت

آپ ان دانوں کے پودوں کو غور کریں جو مسور وماش ولوبیا وغیرہ ہیں کہ یہ ایسے برتنوں میں نکلتے ہیں جو کہ تھیلوں کی طرح ہوتے ہیں تاکہ وہ ان دونوں کو آفات سے انکے سخت اور مضبوط ہونے تک محفوظ رکھیں اور بچائیں جیسے کہ جانور کے بچے کے اوپر جھلی اسی مقصد کے لیے ہوتی ہے لیکن گندم اور اس جیسی دیگر چیزیں کہ وہ انتہائی مضبوط چھلکوں میں نکلتی ہیں جو کہ ان کے اوپر نوکیلے سنبل کے سروں اور نوکوں کی طرح ہوتے ہیں تاکہ پرندوں سے رکاوٹ ہو اور کسان کو وافر اور مکمل پھل مل سکے اگر کوئی کہنے والا کہے کہ کیا پرندے ان دانوں اور گندم کو حاصل نہیں کرتے تو انہیں کہا جائے گا کہ ہاں کیوں نہیں حاصل کرتے ہیں اس میں بھی باقاعدہ سوچی سمجھی ہوئی اندازہ کی ہوئی تدبیر ہے کیونکہ پرندہ بھی اللہ تعالٰی کی مخلوق میں سے ایک مخلوق ہے اور اللہ تبارک و تعالٰی نے زمین کی پیداوار سے اسکا بھی حصہ رکھا ہے لیکن تمام دانوں کو اس طرح کے پردوں سے محفوظ کر دیا گیا تاکہ پرندوں کو اس پر کھلے عام پوری طرح قدرت نہ ہو کیونکہ وہ تو اسے ضائع کرینگے اور بے حد خرابی پیدا کر دینگے کیونکہ پرندے اگر دانے کو اس طرح پالیں کہ اس سے کوئی شئ حائل نہ ہو تو وہ اس پر ہی الٹ پڑے گا حتیٰ کہ اسے بالکل ہی مٹا دے گا اور پھر اس سے اسے معدہ کی گرمی بدہضمی ہو جائے گی اور وہ مر جائے گا اور دوسری طرف کسان بھی اپنی کھیتی سے خالی ہاتھ نکلے گا چنانچہ اس دانے پر اس طرح کی حفاظت والی اشیاء ڈال دی گئیں تاکہ وہ محفوظ بھی ہو اور پرندے تھوڑی سی اس میں سے حاصل کریں جس سے ان کو روزی ملے اور اس کا اکثر حصہ کسان انسان کیلئے باقی رہے کیونکہ وہ زیادہ

حق دار ہے کیونکہ اسی نے اس میں محنت و مشقت کی ہے اور وہ اسکا محتاج بھی پرندے سے زیادہ ہے۔آپ اس حکمت پر غور کریں جو درختوں اور کئی قسم کے دیگر پودوں کے پیدا کرنے میں ہے کہ بے شک یہ پودے و درخت بھی ہمیشہ غذا کے محتاج ہیں جیسے کہ حیوان محتاج ہے اور انکا منہ حیوانات کے منہ کی طرح نہیں ہے اور نہ ہی ان میں حرکت ہے کہ اٹھیں اور غذا حاصل کر سکیں چنانچہ انکی جڑیں زمین میں گاڑدی گئیں تاکہ وہ اس سے اپنی غذا کھینچے تاکہ وہ اسے ٹہنیوں اور اپنے اوپر جو پتے اور پھل ہیں ان تک اسے پہنچا سکے لہذا زمین انکے لیے تربیت کرنے والی ماں کی طرح ہوگئی اور اسکی جڑیں منہ کی طرح زمین سے لقمہ لینے والی ہیں تاکہ غذا کھینچ سکیں جیسے کہ حیوانات کی کئی قسمیں اپنی ماؤں سے دودھ پیتی ہیں کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ خیموں اور قناتوں کو کہ وہ کیسے رسیوں سے ہر جانب سے کھینچے جاتے ہیں تاکہ جم کر کھڑے رہیں نہ گریں اور نہ جھکیں پس اسی طرح آپ تمام پودوں کو ایسا پائیں گے کہ ان کی جڑیں زمین میں ہر طرف پھیلی ہوئی لمبی ہوتی ہیں تاکہ وہ اس درخت کو تھامیں اور کھڑا رکھیں اگر یہ نہ ہوتیں تو یہ لمبی کھجور اور بڑے بڑے درخت تیز ہوا میں کیسے جمے رہتے۔اللہ خالق کائنات کی حکمت دیکھو کہ کیسے پہلے سے ہی ماہرانہ حکمت بنادی ہے تو وہ تدبیر جو کہ کاریگر قناتوں اور خیموں کے جمانے کیلئے کرتے ہیں وہ پہلے سے ہی درختوں کے پیدا کرنے میں بنائی گئی ہے کیونکہ درختوں کی پیدائش تو خیمے اور قناتوں سے پہلے کی ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ خیمے کے ستون اور لکڑیاں سب درختوں کی ہوتی ہیں گویا مہارت بھی اللہ کی تخلیق سے معرض وجود میں آتی ہے۔

پتوں کا پیدا کیا جانا اور انکے اوصاف

اے مفضل ذرا سوچو پتوں کے پیدا کرنے میں کہ آپ تمام پتوں میں رگوں کے مشابہ لائنیں بکھری دیکھیں گے بعض تو موٹی موٹی ہوتی ہیں جو کہ اس کے طول و عرض میں پھیلی ہوتی ہیں اور بعض باریک ہوتی ہیں جو کہ ان موٹی رگوں کے اندر ہوتی ہیں جو کہ انتہائی باریک بنی ہوئی اس میں بند ہیں اگر ان کو اس طرح بنایا جاتا جیسے کہ ہاتھوں سے انسانی مہارت سے بناتے

ہیں تو ایک پتے سے پورے ایک سال میں بھی فراغت نہ ہوتی اور اس کے لیے کتنے آلات و حرکات و علاج و کلام کی ضرورت پڑتی اور وہ موسم ربیع میں چند دنوں میں اتنے ہو جاتے ہیں کہ تمام پہاڑ و میدان و زمین کے مقامات سب بھر جاتے ہیں نہ کوئی حرکت ہوتی ہے نہ بات ہوتی ہے سوائے اس ارادہ نافذہ کے جو ہر شئ پر ہوتا ہے اور سوائے اس امر کے جو مانا جاتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ وہ علت بھی معلوم کر جو ان باریک رگوں میں ہوتی ہے کہ یہ پتے میں تمام اندر رکھی گئی ہیں تا کہ وہ پانی اس تک پہنچائیں اور اسے پلائیں جیسے کہ وہ رگیں جو بدن میں پھیلی ہیں تا کہ غذا اسکے تمام اجزاء تک پہنچا دیں اور موٹی رگوں میں اور حقیقت ہے کہ وہ پتے کو اپنی مضبوطی اور سختی سے تھامے رکھتیں ہیں تا کہ وہ لاغر نہ ہو اور ٹکڑے نہ ہو آپ دیکھیں کہ وہ پتہ اس ورق کے مشابہ ہوتا ہے جو کہ کپڑے کے چھوٹے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہوتا ہے کہ اس کے اندر چند لمبی لکڑیاں لگائی جاتی ہیں جو کہ طول و عرض میں اسے تھامے رکھتی ہیں تا کہ وہ نہ پھڑ پھڑائے پھر یہ مہارت گویا فطرت کی نقل ہے اگرچہ یہ حقیقت کو نہیں پہنچ سکتی۔

جڑیں اور گھٹلیاں اور انکے پیدا کرنے کی علت

آپ تنے اور گھٹلی اور اس کی علت ملاحظہ کریں بے شک درخت کے درمیان کو ایسا بنایا کہ وہ بونے کی جگہ بو یا جا سکے اگر کوئی روکنے والا رکاوٹ دے جیسا کہ کسی نفیس شئ کو جسکی بڑی ضرورت ہوتی ہے کئی مقامات پر بچایا جاتا ہے اگر اسے بعض مقامات پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو اسے دوسری جگہ لگا دیا جاتا ہے پھر وہ بعد میں اپنی سختی کی وجہ سے پھلوں کی ملائمت اور نرمی کو تھامتا ہے اگر یہ نہ ہو تو وہ پھل کچلا جاتا اور پھٹ جاتا اور خرابی تیزی سے اسکی طرف آجاتی اور بعض کو کھایا جاتا ہے اور تیل نکالا جاتا ہے پھر اسے کئی قسم کی مصالح میں استعمال کیا جاتا ہے اب تجھے تنے اور گھٹلی میں فائدہ کی جگہ معلوم ہو گئی ہے لہذا اب غور کر اس میں جو تو گھٹلی کے اوپر باریک جھلی اور تنے کے اوپر چھلکا یا چھال کہ اس میں کیا حکمت ہے اور وہ اس حالت میں کیوں نکلتا ہے اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس کی جگہ وہ شئ ہوتی جس میں کھانے کی صورت نہیں ہوتی جیسے کہ بیری

میں اور درخت چنار میں اور اسکے مشابہ اور درختوں میں ہوتا ہے پھر کیوں کر یہ ایسے ہو گئے کہ ان گھٹلیوں پر لذیز کھانے کی شئ نکلتی ہے سوائے اسکے کہ یہ انسان کے نفع کیلئے ہے۔

درخت کا مرنا اور پھر جدید زندگی حاصل کرنا اور اس میں کئی اقسام کی تدابیر و حکمتیں ہیں

آپ درخت کے بارے میں تدبیر و حکمت کی اقسام پر توجہ دیں آپ دیکھیں گے کہ وہ ہر سال ایک دفعہ مر جاتے ہیں اور حرارت غذیر یہ انکے تنے میں بند ہو جاتی ہے اور اس میں پھلوں کا مواد تولد ہوتا ہے پھر وہ زندہ ہوتا اور پھیلتا ہے اور تیرے پاس یہ قسم و قسم کے میوے لاتا ہے جیسے کہ وہ نوع تیار ہوتی ہے اور جیسے کہ پکی ہوئی اقسام جن کو دست بدست

بنایا جاتا ہے سامنے آتی ہے آپ ٹہنیوں کو درختوں پر دیکھیں گے کہ اپنے پھلوں سے تیرا استقبال کرتی ہیں گویا کہ وہ اپنے ہاتھ سے تجھے دی جارہی ہیں اور پھولوں کو دیکھیں گے کہ وہ تجھے ٹہنیوں میں ملیں گے جیسے کہ تو ان کو خود لایا یا خود آئی ہیں پس یہ ایسی تدبیر کس کی ہو سکتی ہے سوائے اندازہ لگانے والے حکمت والے کے اور کیا علت ہو سکتی ہے اس میں سوائے اسکے کہ انسان کو ان پھولوں اور پھلوں سے ذائقہ و مزا دینا ہے اور کس قدر تعجب ہے انسان سے کہ شکران نعمتوں پر کرنے کی بجائے انعام کرنے والے کا انکار کر رہے ہیں۔

انار کو پیدا کرنا اور اس میں قصد کا دخل

انار کو پیدا کرنا اور اس قصد کا دخل آپ انار کی پیدائش کو دیکھیں اور اس میں قصد و تدبیر کا دخل دیکھیں آپ دیکھیں گے کہ اس میں ایسے ہے جیسے کہ چربی کے ٹیلے اس کے ارد گرد ہیں اور دانے قطار باندھے ہیں جیسے کہ دھاتوں سے تہہ لگائی گئی ہے اور پھر دانے کئی اقسام میں تقسیم ہیں اور ہر قسم پردے کے غلاف میں بند اعلیٰ طریقے سے بنائی کر دی گئی ہے اور چھلکا ان تمام دانوں کو جوڑے ہوئے ہے پس حکمت اس میں یہ ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ انار کی بھرتی صرف دانوں سے ہو کیونکہ دانا

بعض بعض کو مدد نہیں کر سکتا چنانچہ یہ بھرتی دانوں کے درمیان رکھ دی تاکہ اس ملائے اور تھامے اور وہ نہ ہلے اور اس پر چھلکا ڈھانپ دیا جو چٹیل ہے تاکہ اسے بچائے اور آفات سے محفوظ کرے یہ تو انار کے اوصاف میں تھوڑی سی بات بیان ہوئی ہے اگر کوئی طوالت چاہے تو اس سے بہت زیادہ ہے لیکن جو میں نے ذکر کر دیا ہے دلیل اور عبرت کے لیے کافی ہے۔

بیل کدو کو اٹھانا اور اسکی حکمت اور تدبیر

اے مفضل غور کر کدو کی بیل پر جو کہ کمزور ہے اور اٹھائے ہے ایسا ثقیل پھل کدو و ککڑی اور تربوز جیسے کہ اس میں کیا حکمت اور تدبیر ہے بے شک اللہ نے جب یہ مقرر فرمایا کہ اتنے بڑے بڑے پھل اس پر لادے تو اسکی بیل کو زمین پر پھیلی ہوئی بنا دیا اگر وہ سیدھی کھڑی ہوتی جیسے کہ کھیتی اور درخت کھڑے ہوتے ہیں تو وہ اس طرح کے بھاری پھل نہ اٹھا سکتے اور پکنے سے پہلے اور اپنی حد تک جانے سے قبل ہی وہ ٹوٹ جاتے پھر غور کرو کہ کیسے وہ زمین کی سطح پر پھیلی ہوتی ہے تاکہ اس پر پھل ڈالے جائیں تو وہ ان کو اٹھالے پس آپ دیکھیں گے کہ کدو اور تربوز کی جڑ زمین پر پھیلی ہوتی ہے اور اسکے پھل اس پر اور اسکے ارد گرد پھیلے ہوتے ہیں گویا کہ ایک بلی پاؤں پھیلائے ہوئے ہے اور اپنے پلوں کو بازوؤں میں لیٹے ہوئے ان کو دودھ پلا رہی ہے۔

نباتات کیلئے جو وقت ترتیب دیا گیا اسکے مطابق ہونا

آپ یہ بھی دیکھیں کہ کیسے یہ تمام اقسام کی جڑی باٹیاں اس وقت پر پوری اترتی ہیں جو انکے لئے تشکیل دیا گیا ہے گرمی کی شدت اسکی تپش میں کہ لوگ خوشی سے اسکا استقبال کرتے اور شوق کرتے ہیں اگر یہ موسم سرما میں ہوتا تو لوگوں سے نا گواری پاتے اور انکے اندر کپکپاہٹ ہوتی اور اسکے ساتھ ان میں بدن انسانی کے لیے بھی تکلیف تھی آپ نے نہیں دیکھا کہ

اگر کوئی ککڑی کھیرا سردی میں تیار ہو جائے تو لوگ اسکو کھانے سے پرہیز کرتے ہیں سوائے حریص اور لالچی کے جو کہ باز رہتا ہے ضرر والی اشیاء کھانے سے اور معدہ اس کا بیمار ہوتا ہے۔

کھجور اور اسکے تنے اور لکڑی میں کیا فوائد ہیں

اے مفضل کھجور میں غور کرو کہ اس میں کچھ تو مادہ (مونث) ہیں جن کو حمل یا گابھن کرنے کی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ اس کے لیے کچھ مذکر نر بنائے بغیر الگ طور پر بونے کے تو کھجور کا نر بھی بمنزلہ حیوان کے نر کے ہے جو کہ مادہ پر کودتا ہے اور اسے حاملہ کر دیتا ہے اور خود حاملہ نہیں ہوتا آپ کھجور کے تنے کی خلقت دیکھیں کہ یہ کیسے ہے آپ دیکھیں گے کہ وہ لمبے لمبے دھاگوں سے بنی ہوئی شئ کی طرح بنا ہوا ہے جیسے تانا ہوتا ہے اور دوسرا بانا اسی کے ساتھ ہے جو کہ عرض میں ہوتا ہے جیسے کہ ہاتھوں سے بنائی کی گئی ہو اور ایسا اس لیے کیا تا کہ وہ سخت و مضبوط ہو جائے اور بڑے بھاری خوشے اٹھانے سے بھی نہ ٹوٹے اور نہ ہی تیز ہواؤں کے چلنے سے گرے جبکہ وہ کھجور بنے اور وہ چھتوں اور پلوں کے لیے تیار ہو جبکہ اس سے شہتیر بنانا ہو ایسے ہی اسکی لکڑی بھی بنائی کی گئی ہوتی ہے کہ وہ بھی بعض بعض میں داخل شدہ ہوتی ہے طولاً بھی اور عرضاً بھی جیسے کہ گوشت کے اجزاء آپس میں متصل ہوں اور اس میں اسکے ساتھ ساتھ مضبوطی ہے تا کہ وہ آلات بنانے کی صلاحیت بھی رکھے اگر وہ پتھر کی طرح چٹیل ہوتی تو اسے چھتوں وغیرہ میں استعمال نہ کر سکتے جہاں پر لکڑی استعمال ہوتی ہے جیسے کہ دروازے اور چارپائیاں اور تابوت اور اسکے مشابہ اشیاء اور لکڑی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ پانی پر تیرتی ہے اور یہ سب لوگ جانتے ہیں لیکن وہ اس امر کی اہمیت اور بڑائی کو نہیں جانتے اگر یہ صفت نہ ہوتی تو پھر کس طرح یہ کشتیاں اور برتن پہاڑوں جیسا بوجھ اٹھائے ہوتے اور لوگوں کو کہاں سے یہ سہولت حاصل ہوتی اور کیسے انکی مشقت کم ہوتی ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں تجارات کے اٹھانے میں بڑی مشقت برداشت کرنا پڑتی حتیٰ کہ ضرورت کے موقع پر بعض علاقوں میں یہ بالکل نہ ہو سکتا یا انتہائی تنگی سے ہوتا۔

جڑی بوٹیاں اور ہر ایک کی خصوصیت

اے مفضل غور کر ان جڑی بوٹیوں پر کہ ہر ایک کا ایک مخصوص عمل ہے بیماریوں میں کام آنے میں پس یہ جوڑوں میں گھس جاتی ہے اور غلیظ مواد کو نکل لاتی ہے اور جیسے کہ شیطرج ہے کہ یہ سوداء کی غلاظت کو صاف کرتی ہے اور جیسے کہ افتیمون کہ یہ بادی کو ختم کرتی ہے اور جیسے سکنجبین کہ یہ ورم کو تحلیل کرتی ہے اور اس طرح کے کئی افعال ہیں تو یہ قوتیں ان میں کس نے بنائی ہیں سوائے اس ذات کے جس نے ان کو کسی فائدے کے لیے بنایا ہے اور لوگوں کو بھی یہ کس نے سمجھایا سوائے اس کے جس نے یہ صفات ان میں رکھی ہیں اور کب ان پر واقفیت حاصل ہو سکتی تھی اتفاقاً سامنے آنے پر جیسے کہ اسکے قائلین کا کہنا ہے اس نے انسان کو ھبہ کر دی ان اشیاء کی سمجھ اسکے ذہن میں اور اسکی باریک فکر اور تجربے میں اور پھر یہ چار پائے انکو کیسے سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بعض درندے اپنے زخم کا اگر ان کو ہو جائے تو ان بوٹیوں سے علاج کرتے ہیں اور تندرست ہو جاتے ہیں اور کتنے پرندے بندش سے جو ان کو دریائی پانی سے ہو جاتی ہے ان سے حقنہ کرتے ہیں تو وہ تندرست ہو جاتے ہیں اور ایسا بہت ہوتا ہے اور شاید تجھے شک ہو ان اگنے والی بوٹیوں میں جو کہ صحراء اور جنگل میں ہوتی ہیں کہ وہاں نہ انسان ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی مانوس کرنے والا ہوتا ہے اس لیے تو گمان کرتا ہے کہ وہ زائد ہیں ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ ان وحشی جانور کی خوراک ہے اور انکے دانے پرندوں کا چارہ ہیں اور انکی ٹہنیاں و لکڑیاں ایندھن ہیں لوگ انہیں استعمال کرتے ہیں اور اسکے بعد ان میں ایسی اشیاء ہیں کہ جسموں کا ان سے علاج کیا جاتا ہے اور دوسری ایسی ہیں کہ چمڑے رنگے جاتے ہیں اور دوسری اور ہیں کہ ان سے دیگر سامان کو رنگ دیا جاتا ہے اور اس قسم کی کئی مصلحتیں ہیں کیا تو یہ نہیں جانتا کہ سب سے گھٹیا اور حقیر بوٹی بردی ہے (چھال دار پودا) اور اس میں باوجود اسکے کئی منافع ہیں کبھی تو بردی سے کاغذ تیار کیا جاتا ہے جسکی ضرورت بادشاہوں بازاریوں سب کو ہوتی ہے اور چٹائی بنتی ہے جسے لوگوں کی ہر قسم استعمال کرتی ہے اور اس سے غلاف بنتا ہے جس سے برتنوں کو محفوظ رکھا جاتا ہے اور برتنوں میں اس سے بھرتی کی جاتی ہے اور ٹوکریاں بنتی ہیں تاکہ

وہ برتن عیب دار یا ٹوٹ نہ جائیں اور اس طرح کے دیگر منافع بھی ہیں پس تو قیاس کر اس سے جو کہ تو نے دیکھ لیے مخلوق بڑی یا چھوٹی میں کئی اقسام کے فائدے خواہ قیمت والی خواہ بے قیمت اور پھر ان سے بھی گھٹیا اور ذلیل گوبر و پاخانہ ہے جس میں گھٹیا پن اور نجاست دونوں ہیں لیکن اسکو اہمیت کھیتوں اور سبزیوں اور ترکاریوں سب میں ایسی ہے کہ اسکے برابر کوئی بھی نہیں ہے حتی کہ کوئی سبزہ صحیح نہیں ہوتا اور نہ بڑھتا ہے مگر گوبر اور کھاد سے جس سے لوگ گھن کرتے ہیں اور اسکے قریب بھی نہیں جاتے آپ کو معلوم ہونا چاہے کہ شئ کی قدر اس کی قیمت سے نہیں ہوتی بلکہ یہ دو قیمتیں ہیں دونوں دو مختلف بازاروں کی ہیں بعض اوقات کوئی گھٹیا شئ ہوتی ہے کمائی کے بازار میں مگر وہ عمدہ و نفیس ہوتی ہے علم کے بازار میں کسی شئ کی قیمت کے کم ہونے سے عبرت کم نہیں ہو جاتی ہے اگر کیمیاء بنانے والوں کو معلوم ہو جائے کہ پاخانے میں کیا کچھ ہے تو وہ اسے مہنگی قیمت میں بھی خرید لیں اور اسے قیمتی بنا ڈالیں مفضل نے کہا کہ زوال کا وقت ہو گیا اس لیے میرے آقاؑ نماز کے لیے اٹھ گئے اور فرمایا کہ اب کل سویرے میری طرف آنا انشاء اللہ تعالی چنانچہ میں واپس پلٹ آیا اور میری خوشی ان اشیاء پر جو مجھے معلوم ہوئیں دوچند ہو گئی اور میں فخر کر رہا تھا اس پر جو آپؑ نے مجھے عطا فرمایا اور اللہ کی بھی تعریف کر رہا تھا جو اللہ نے مجھے مرحمت فرمایا چنانچہ میں نے رات انتہائی خوشی سے گزاری۔

المجلس الرابع

چوتھی بیٹھک یا مجلس:

موت اور فناء اور جاہلوں کا تنقید کرنا اور اسکا جواب

مفضل نے کہا جب چوتھا دن ہوا تو میں سویرے سویرے اپنے آقاؑ کے ہاں گیا تو میرے لیے اجازت دی گئی اور مجھے بیٹھنے کا حکم دیا گیا تو آپؑ نے فرمایا ہماری طرف سے سب تعریفیں اور سب تسبیحیں اور سب تقدیس اور سب تعظیمیں ہیں سب سے قدیم نام کیلئے جو کہ سب سے بڑا نور ہے بلند تر زیادہ علم والا ذوالجلال ہے لوگوں کو پیدا کرنے والا تمام جہانوں اور زمانوں کا فناء کرنے والا ہے پوشیدہ رازوں والا اور ایسے غیب والا جس تک رسائی حاصل نہیں کی جاسکتی اور وہ خزانے میں رکھا نام ہے اور پوشیدہ علم ہے اور اسکی رحمتیں اور برکتیں ایسی ذات پر جو کہ اسکی وحی پہنچانے والا ہے اور اسکا پیغام دینے والا ہے جسکو اللہ نے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اسکے حکم سے اسکی دعوت دینے والا چمکتا چراغ ہے تاکہ اگر کوئی ہلاک ہو تو واضح حق کے بعد ہلاک ہو اور اگر کوئی زندہ ہو تو واضح حق کے بعد زندہ ہو آپؐ پر اور آپؐ کی آلؑ پر اسے پیدا کرنے والے کیطرف سے رحمتیں ہوں جو پاکیزہ ہیں اور دعائیں ہوں جو صاف اور بڑھنے والی ہیں آپ پر اور ان پر سلام اور رحمت ہو اور برکتیں ہوں ان پر جو پہلے ہو چکے اور باقی ہیں ہمیشہ ہمیشہ اور تمام زمانوں میں اور وہ اسکے اہل اور مستحق ہیں۔ اے مفضل میں نے مخلوق کے بارے میں تیرے سامنے کھول کر دلائل دے دیے ہیں اور درست تدبیر پر اور قصداً کرنے پر انسان و حیوان و نباتات و درخت وغیرہ میں تمام شواہد پیش کر دیئے ہیں اس میں عبرت لینے والوں کے لیے عبرت ہے اور اب میں تیرے سامنے ان آفات اور حادثات کا ذکر کرتا ہوں جو بعض اوقات پیش آتے ہیں جنہیں جاہل لوگوں نے خلق اور خالق اور قصد و تدبیر سے انکار کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور وہ تکلیفات اور مصائب جن کا معطلہ و منانیہ انکار کرتے ہیں اور وہ موت اور فنا و جسکا وہ انکار کرتے ہیں اور اصحاب الطبائع کے کیا اقوال ہیں اور وہ کون ہیں جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ تمام اشیاء اتفاقاً اور عوارضات سے ہو گئی ہیں تاکہ ان پر رد کرنے کے معاملہ میں بات کھل کر ہو جائے اللہ ان کو مارے کہاں الٹے پھرے جاتے ہیں۔

آفات اور جاھلوں کے نظریات انکا جواب

آفات اور جاہلوں کے نظریات انکا جواب جاہل قسم کے لوگوں نے ان رونما ہونے والی آفات کو جو بعض اوقات آتی ہے مثلا وباء اور یرقان اور نمونیہ اور مکڑی وغیرہ خالق اور اسکی تدبیر و خلق سے انکار کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے تو اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر کوئی ان کا خالق اور مدبر نہیں ہے تو پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا جو اس سے بھی زیادہ اور گھناؤنا ہے اس میں سے ایک یہ ہے کہ آسمان زمین کے اوپر گر پڑے اور زمین جھک جائے اور نیچے چلی جائے اور سورج طلوع ہونے سے بالکل رہ جائے اور تمام نہریں خشک ہو جائیں اور چشمے بھی حتی کہ کسی ہونٹ کیلئے پانی نہ ملے اور ہوا رک جائے حتی کہ چیزیں بدبودار اور خراب ہو جائیں اور دریا کا پانی زمین پر بہنے لگ جائے اور اسکو غرق کر دے تو پھر یہ وبائیں جن کو ہم نے ذکر کیا ہے مثلا وباء و مکڑی خارش وغیرہ ان کی کیا مجال ہے کہ نہ دائماً ہونگی اور نہ بڑھیں گی حتی کہ جو بھی اس جہان میں ہے وہ محتاج ہو جائے بلکہ وہ آفات تمام زمانوں میں پیدا ہونگی پھر نہ رکیں گی کہ اٹھ جائیں گی کیا آپ نہیں دیکھتے کہ پورے عالم کو بچایا و محفوظ کیا جاتا ہے ان بڑے حوادثات سے جو کہ اگر کوئی ایک شئ بھی ان میں سے رونما ہو تو اس میں اس عالم کی ہلاکت و تباہی ہے لیکن وہ کبھی کبھی ان چھوٹی آفات سے لوگوں کی تاذیب اور ان کو سیدھا کرنے کے لیے ان کو تکلیف پہنچاتا ہے پھر یہ آفات دائمی نہیں رہتیں بلکہ وہ ان سے ان کے ناامید ہونے کے وقت دور کر دیتے ہیں تو ان آفات و بیماریوں کا موقع ہونا انکے لیے نصیحت ہوتی ہے اور اسکو دور کرنا اسکی رحمت ہوتی ہے حالانکہ منانیہ نے ان تکالیف و مصائب کا انکار کیا ہے جو لوگوں کو پہنچتی ہیں چنانچہ دونوں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس عالم کا کوئی خالق رؤف و رحیم ہے تو یہ ناپسندیدہ امور اس میں کیوں پیدا ہوتے ہیں اور اس قول کا قائل اس طرف جا رہا ہے کہ مناسب یہ ہے کہ انسان کی زندگی اس دینا میں ہر گدے پن سے یا ہر دکھ سے صاف ہو لیکن اگر ایسا ہو تو انسان شرارت اور نافرمانی میں اس حد تک نکل جائے گا جو کہ نہ اسکے دین کے لیے بہتر ہے اور نہ ہی اسکی دنیا کے لیے جیسا کہ آپ بہت سے خوشحال لوگوں اور ان کو جو کہ جدت اور اطمینان میں پلے اور پیدا ہوئے ہیں وہ اس حد تک نکل جاتے ہیں کہ کوئی ایک یہ بھی بھول جاتا ہے کہ وہ انسان ہے اور اسکی پرورش کی گئی ہے اور نقصان بھی اسی کو پہنچے گا یا وہ

مصیبت اسے ہی پہنچے گی اور اس پر اترے گی یا یہ کہ اس پر لازم ہے کہ کمزور پر رحم کرے یا فقیر کی غمخواری کرے یا مصیبت میں مبتلا پر ترس کھائے یا کمزور پر شفقت کرے یا غمزدہ پر مہربانی کرے پس جب اسکو مصیبتیں کاٹتی ہیں اور وہ انکی تکلیف و درد پاتا ہے تو پھر نصیحت آتی ہے اور پھر وہ بہت سی اشیاء دیکھ لیتا ہے جن سے جاہل اور غافل تھا اور پھر لوٹ آتا ہے ایسی بہت سی چیزیں کی طرف جو اس پر واجب ہوتی ہیں اور ان اذیت ناک چیزوں کا انکار کرنے والے بچوں کی طرح ہیں جو کہ ان دواؤں کو برا کہتے ہیں جو کہ کڑوی اور ناگوار ہوتی ہیں اور نقصان دہ کھانوں سے روکنے پر ناراض ہوتے ہیں اور تربیت اور کام میں مجبوراً لگتے ہیں اور کھیل کود اور بیکار رہنے کو بڑا پسند کرتے ہیں اور وہ کھانا اور پینا کر لیتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ بیکاری ان کو بدعادت اور غلط نشوونما کی طرف لے جائے گی اور کیا انجام ہوگا ان لذیذ نقصان دہ کھانوں کا کہ امراض و تکلیفیں آئیں گی اور ان کو معلوم نہیں ہوتا کہ تربیت میں کتنی بہتری ہے اور دواء میں کتنا فائدہ ہے اگرچہ اس میں کراہت ہی شامل ہو۔ پس اگر وہ کہیں کہ پھر انسان گناہوں و برائیوں سے معلوم کیوں نہیں ہے حتیٰ کہ اسے ان مصائب سے روکنے کی ضرورت ہی نہ رہے تو کہا جائے گا اگر ایسا ہوتا تو پھر اسکی نیکی کرنے پر تعریف نہ کی جاتی اور نہ ہی اس پر ثواب کا مستحق ہوتا پس اگر وہ یہ کہیں کہ اسکا کیا نقصان ہے اگر اس کی نیکی پر تعریف نہ کی جائے اور ثواب کا مستحق نہ ہو جبکہ وہ یہاں اعلیٰ قسم کی نعمتیں اور لذتیں حاصل کرے تو کہا جائے گا کسی صحیح عقل و جسم والے آدمی کو یہ بات پیش کرو کہ وہ کسی آسودہ حال آدمی کے پاس بیٹھے اور وہ اسکی ضرورت کو پوری کر دے جب بھی وہ محتاج ہو بغیر کوشش اور استحقاق کے اور پھر دیکھو کیا اسکا نفس اسے قبول کرتا ہے نہیں نہیں بلکہ تم اسے پاؤ گے کہ وہ اس قلیل پر جسے کوشش اور حرکت سے حاصل کرتا ہے زیادہ مسرور اور خوش ہوگا اس کثیر سے جو اسے بغیر استحقاق حاصل ہو ایسے ہی آخرت کی نعمتیں مکمل ہونگی کہ لوگ اس دنیا میں کوشش کر کے اور استحقاق سے حاصل کریں تو اس صورت میں نعمت انسان پر کئی گنا ہو جاتی ہے پس اگر بہت بڑا ثواب اسکی اس دنیا کی کوشش پر دیا جائے اور اسکے لیے ایک راہ نکال دی جائے کہ وہ اسے کوشش اور استحقاق سے حاصل کرے تو اس کا سرور اور خوشی اسے حاصل

کرنے پر مکمل ہو گا پھر اگر وہ یہ کہیں کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگ ایسے ہوں جو بھی خیر حاصل ہو اسکی طرف مائل ہو جائیں خواہ وہ اسکے مستحق نہ ہوں تو کیا دلیل ہے اسے روکنے کی جو یہ پسند کرے کہ آخرت کی نعمتیں ان تمام پر حاصل کرے تو انکو کہا جائے گا کہ یہ دروازہ ایسا ہے اگر یہ لوگوں کے لیے بہتر ہوتا تو لوگ فحاشی میں حرص اور لالچ اور محرمات کو پھاڑنے کی اس حد تک نکل جائیں گے تو پھر کون اپنے نفس کو بے حیائی سے روکے گا اور کون نیکی کے کاموں میں مشقت اٹھائے گا اس وثوق کی وجہ سے کہ وہ لا محالہ نعمتوں تک پہنچ جائے گا یا کون امن و سکوں محسوس کرے گا اپنی جان یا اہل و عیال یا مال کے بارے میں لوگوں سے اگر اسے حساب اور سزا کا ڈر نہ ہو گا تو اس باب کا ضرر آخرت سے بھی پہلے اسی دنیا میں لوگوں کو پہنچے گا پس اس میں انصاف اور حکمت کا اکٹھے معطل ہونا لازم آئے گا اور غیر درست طریقے پر تدبیر کرنے میں طعن کا مقام ہو گا اور امور کو غیر محل و مقام پر رکھنے کا اعتراض ہو گا۔

سب کو آفتیں کیوں پہنچتی ہیں اور اس میں کیا حجت ہے

اور کبھی یہ لوگ ان آفات کو متعلق ہو جاتے ہیں جو لوگوں کو پہنچتی ہیں تو وہ نیک و بد سب کو شامل ہوتی ہیں یا نیک اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور برے بچ جاتے ہیں چنانچہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ کیسے ایک حکمت والے کی تدبیر میں یہ جائز ہو سکتا ہے اور اس پر کیا حجت ہے تو انکو کہا جائے گا کہ یہ آفات اگرچہ نیک اور بد سب کو ملتی ہیں بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ دونوں قسموں کے لیے اس میں بہتری رکھی ہے لیکن جو نیک لوگ ہیں بے شک ان کو یہ آفات پہنچتی ہیں تو وہ اپنے رب کی نعمتوں میں اور اضافہ کا باعث ہوتی ہیں جو کہ پہلے سے ان پر ہوتی ہیں پس وہ انکو مزید تیز کر دیتی ہیں شکر اور صبر پر اور لیکن وہ لوگ جو برے ہوتے ہیں تو ان کو اس جیسی آفات جب پہنچتی ہیں تو انکی تیزی ٹوٹ جاتی ہے اور انکو وہ نافرمانی اور فحش کاموں سے رکاوٹ بن جاتی ہے اور اس طرح دونوں قسموں میں سے جو آفات سے محفوظ رہتے ہیں ان کے لیے بھی بہتری ہوتی ہے کیونکہ نیک لوگ جس حالت میں تندرستی میں ہوتے ہیں تو اور خوش ہو کر نیکی اور اچھائی کرتے ہیں اور ان میں رغبت اور بصیرت اور زیادہ

ہوتی ہے مگر جو برے لوگ ہوتے ہیں تو وہ اپنے رب کی شفقت پہنچاتے ہیں اور ان کا طویل عرصے تک تندرست رکھنا بغیر کسی استحقاق کے لہذا اس سے انہیں لوگوں پر شفقت کی ترغیب ہوتی ہے اور جو برائی کرے اس سے درگزر پر برانگیختہ ہوتے ہیں اور شاید کوئی کہنے والا یہ کہے کہ یہ تو ان آفات کی بات ہے جو کہ لوگوں کو انکے مالوں میں ملتی ہیں لیکن جن آفات میں انکے بدن مبتلا ہوتے ہیں انکے بارے آپ کیا کہیں گے کہ اس میں تو انکو تلف کیا جاتا ہے جیسے کہ جلانا۔ غرق کرنا۔ سیلاب آنا ۔ زمین میں دھنس جانا وغیرہ تو انکو اس دینا سے جدا ہونے سے راحت ملتی ہے اور انکی تکالیف سے نجات حاصل ہوتی ہے اور مصائب سے چھوٹ جاتے ہیں لیکن جو لوگ برے ہیں ان کے لیے اس میں اپنے بوجھ سے چھٹکارا ہے اور زیادہ گناہ کرنے سے رکاوٹ ہو جاتی ہے اور خلاصہ بات کا یہ ہے کہ خالق کائنات جس کا ذکر اسکی حکمت اور قدرت سے بلند و برتر ہے تمام امور خیر و نفع کیلئے تصرف کرتے ہیں جیسے کہ جب ہوا کسی درخت کو اکھاڑ یا کاٹ دیتی ہے یا کسی کھجور کو گراتی ہے تو کاریگر بنانے والا اسے پکڑ لیتا ہے اور اسے کئی قسم کے نفع والے کاموں میں استعمال کر لیتا ہے اسی طرح حکمت والا تدبیر کائنات کرنے والا بھی ان آفات میں جو لوگوں کے بدنوں و مالوں میں اترتی ہیں وہ ان کو بہتری اور نفع کی طرف ہی پہنچا دیتا ہے پھر اگر کوئی کہے کہ یہ آفات کیوں پیدا ہوتی ہیں تو کہا جائے گا تا کہ وہ اتنی طویل تندرستی سے نافرمانیوں کی طرف مائل نہ ہو جائیں کیونکہ برا آدمی گناہوں کے ارتکاب میں مبالغہ کرے گا اور نیک آدمی نیکی کے لیے کوشش کرنے سے رک جائے گا کیونکہ یہ دونوں امر اکھٹے لوگوں پر عیش و آرام کی حالت میں غلبہ پا لیں گے اور حوادثات جو ان پر پیدا ہونگے تو ان کو روکیں گے اور ان کو اس چیز پر خبردار کریں گے جس میں ان کو بھلائی ہے اگر وہ اس سے خالی رہیں گے تو سرکشی اور معصیت میں کثرت کریں گے جیسے کہ لوگ پہلے زمانے میں ایسا کثرت سے کرتے تھے حتیٰ کہ لازم ہو گیا انکو طوفان سے تباہ کرنا اور زمین کو ان سے پاک کرنا ضروری ہو گیا۔

موت و فناء و جاہلوں کی تنقید اور اسکا جواب اور تدبیر پر ایک اور طریقے سے اعتراض اور اس پر جواب

موت وفناء وجاہلوں کی تنقید اور اسکا جواب اور تدبیر پر ایک اور طریقے سے اعتراض اور اس پر جواب اور جاہلوں نے قصد اور تقدیر وتدبیر پر اور موت وفناء پر جو تنقید کی ہے اس میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ اس طرف جاتے ہیں کہ مناسب یہ تھا کہ لوگ اس دنیا میں ہمیشہ رہتے اور آفات سے بالکل مبرا ہوتے پس مناسب ہے کہ اس بات کو آخر تک پہنچایا جائے اور اسکا نتیجہ دیکھا جائے کیا بھلا تو نے یہ سوچا ہے کہ اگر ہر وجود دنیا میں آیا یا آرہا ہے ہمیشہ باقی رہتا اور کوئی بھی ان میں سے نہ مرتا کیا زمین ان سے تنگ نہ ہو جاتی حتی کہ رہنے کے گھر اور کھیت اور معاش میں انکو دشواری ہوتی اور وہ لوگ (جبکہ موت ان کو پہلے پھر پہلے کو فنا نہ کرتی) رہنے کے گھروں میں رغبت کرتے اور کھیتوں میں دلچسپ لیتے حتی کہ ان میں اس بات پر لڑائیاں ہوتیں اور خون بہتے تو ان کا کیا حال ہوتا اگر وہ لوگ پیدا ہوتے مگر نہ مرتے اور ان پر حرص غالب آجاتی اور شر اور دل کی سختی زیادہ ہو جاتی ہے پھر اگر ان کو یہ یقین ہوتا کہ انہوں نے مرنا نہیں ہے تو کوئی بھی اس شئ پر جو اس نے حاصل کی قناعت نہ کرتا اور نہ ہی وہ کسی مانگنے والے کو کسی شئ کی گنجائش دیتا اور نہ یہ وہ کسی شئ کو بھولتا جو کہ اس پر حادثہ ہوتا تو پھر لوگ زندگی سے اکتا جاتے بلکہ دنیا کے تمام امور سے اکتا جاتے جیسے کہ وہ آدمی اکتا جاتا ہے جس کی عمر لمبی ہو جائے تو موت کی تمنا کرتا ہے اور دنیا سے راحت حاصل کرنے کی سوچتا ہے۔ اگر لوگ یہ بات کہیں کہ مناسب ہے کہ ان سے تکلیفیں اٹھالی جاتیں اور انکو تنگی نہ ہوتی تاکہ وہ موت کی تمنا نہ کرتے اور اسکے شوق میں نہ لگتے تو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس سے ان میں سرکشی اور شرارت نکلے گی جو ان کو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ دین ودنیا دونوں کو برباد کر بیٹھیں اور اگر لوگ یہ کہیں کہ پھر یہ مناسب تھا کہ آگے مزید لوگ پیدا نہ ہوتے تاکہ ان سے رہنے کے مکانات اور معاش میں تنگی نہ ہوتی تو انکو کہا جائے کہ ایسی صورت میں مخلوق کی اکثریت اس عالم میں آنے سے محروم ہو جائے گی اور اللہ کی ان نعمتوں سے اور اسکی عطایات سے دونوں جہانوں میں محروم ہو جائیں گے جب کہ اس جہاں میں نہ داخل ہو گا مگر پہلا گروہ یا اول مرحلہ والے پھر نہ انکی نسل چلے گی اور نہ بچے پیدا ہونگے پس اگر وہ یہ کہیں گے کہ پھر تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کے اس ایک قرن میں جتنے لوگ پیدا ہو چکے یا عالم

کے ختم ہونے پر پیدا ہونگے اتنے پیدا کر دیئے جائیں یعنی یکدم بنا دیئے جائیں تو پھر کہا جائے گا کہ معاملہ تو اسی جانب لوٹ آیا جو ہم نے ذکر کیا تھا کہ رہائش گاہیں اور معاش اور کھیت تنگ ہو جائیں گے اور پھر اگر ان میں توالد و تناسل نہ ہو گا تو آپس میں قرابت کا انس و پیار ختم ہو جائے گا اور رشتہ داریاں اور سختی کے وقت ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اولاد کی تربیت کا مقام اور انکو دیکھ کر خوش ہونے کی جگہ سب کچھ ختم ہو جائے گا چنانچہ اس میں دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں جن کی طرف وہم جاتا ہے غلط اور ناسمجھی کی رائے ہے سوائے اسکے کہ جو اللہ کی تدبیر و تقدیر سے چل رہا ہے اور شاید کوئی اعتراض کرنے والا یوں اعتراض کرے اور طریقہ پر کہ وہ یہ کہے یہاں پر تدبیر کیسے ہے اور ہم اس دنیا میں لوگوں کو انتہائی تکلیف میں دیکھ رہے ہیں چنانچہ قوت والا ظلم کرتا ہے اور چھینتا ہے اور کمزور ظلم سہتا ہے اور ذلت سے مصالحت کر لیتا ہے اور نیک آدمی محتاج مبتلائے مصیبت ہے اور فاسق بچا ہوا ہے اسکو وسعت دی گئی ہے اور جو شخص بے حیائی کا ارتکاب کرتا ہے یا احترام کو پھاڑتا ہے اسے سزا بھی جلدی نہیں دی جاتی تو اگر اس عالم میں تدبیر ہے تو یہ امور درست اندازے و قیاس سے چلتے اور نیک کو رزق دیا جاتا اور برے کو محروم رکھا جاتا اور قوت والا کمزور پر ظلم سے روکا جاتا اور حرمات کی دھجیاں بکھیرنے والے کو بطور سزا دی جاتی تو اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ مقام احسان جو انسان کو دوسری مخلوق سے فضیلت کا باعث ہے ختم ہو جاتا اور وہ جذبہ نہ رہتا جو انسان کو نیکی پر ابھارتا اور عمل صالح پر برانگیختہ کرتا ثواب لینے کے لیے اور اللہ کے وعدہ پر وثوق کے لیے اور پھر لوگ بمنزلہ چوپاؤں کے ہو جاتے جنکو لاٹھی اور چارے سے ہانکا جاتا اور روشن کر دیا جاتا اس کے لیے ان میں ہر ایک کے ساتھ وقتاً فوقتاً پس وہ اس پر سیدھا چلتا اور کوئی آدمی بھی ثواب یا عذاب کے یقین پر عمل نہ کرتا حتیٰ کہ یہ حد انسانی سے خارج ہو جاتا اور پھر اس کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا جو غائب ہوا اور وہ عمل پھر صرف اس دنیا کی موجودہ نعمتوں پر ہی کرتا اور اس سے یہ بھی بات پیدا ہو جاتی کہ نیک آدمی تو رزق اور اس دنیا کی وسعت کے لیے عمل کرتا ہے اور ظلم سے رکنے والا اور فحش چیزوں سے باز رہنے والا بھی اس لیے رکتا ہے تاکہ اس پر ابھی ابھی اسکی سزا نہ اترے حتیٰ کہ لوگوں کے تمام افعال اس موجودہ

زندگی کے ارد گرد چلیں گے اوران میں ذرا بھی شائبہ تک آخرت جواللہ کے پاس ہے اس پر یقین کا نہ ہوگا لہذا پھر وہ ثواب آخرت کے مستحق نہ ہونگے اوراس میں ہمیشہ کی نعمتیں کے حقدار نہ ہونگے اور پھر اسکے باوجود یہ امور جن کو اعتراض والے نے ذکر کیا ہے یعنی مالداری اور فقیری اور عافیت اور مصیبت یہ سب بھی خلاف قیاس جاری نہیں ہیں بلکہ کبھی خلاف قیاس چلتی ہیں اور جو بات سمجھنے کہ ہے وہ یہ ہے کہ تم اکثر نیک لوگوں کو دیکھو گے کہ انکو بھی مال دیا گیا ہے لیکن تدبیر کی اقسام سے تاکہ لوگوں کے دل میں یہ بات نہ آئے کہ کفار کو ہی رزق دیا جاتا ہے اور نیک لوگ محروم رہتے ہیں اس سے توفیق کو نیکی پر ترجیح دینگے اور آپ بہت سے نافرمانیاں کرنے والوں کو دیکھیں گے کہ انکو فوری سزا مل جاتی ہے جب انکی سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے اور لوگوں پر اسکا ضرر زیادہ ہو جاتا ہے اور انکو خود بھی زیادہ تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ فرعون کو فوری غرق کردیا گیا اور بخت نصر کو لق ودق صحرا میں اور بلبیس کو قتل کرکے فوراً ختم کردیا اور اگر بعض بروں کو سزا میں ڈھیل دی جاتی ہے یا بعض نیک لوگوں کے آخرت کے ثواب میں تاخیر کردی جاتی ہے تو وہ ان اسباب کی وجہ سے ہے جو کہ بندوں کے لیے مخفی ہیں اور یہ ایسی شئ نہیں ہے جو کہ تدبیر کو باطل کردے ایسا تو بعض اوقات زمین کے حاکموں کے ہاں بھی ہوتا ہے لیکن اس سے انکو تدبیر کوئی باطل نہیں کہتا بلکہ تاخیر کرنا یا جلدی سزا دینا تدبیر اور رائے کی درستگی میں داخل ہوتا ہے اور جب شواہد شہادت دیتے ہیں اور ان کا قیاس بھی یہ واجب کرتا ہے کہ تمام اشیاء کا کوئی خالق و حکمت والا ہے جو قدرت رکھتا ہے پس اس کے لیے کوئی مانع نہیں ہے اسکی مخلوق کی تدبیر سے کیونکہ انکی قیاس میں یہ بہتر نہیں ہے کہ بنانے والا اپنی صنعت کو بے کار چھوڑے مگر تین صورتوں میں یا تو عاجز ہونے کی وجہ سے یا ناواقفیت کی وجہ سے اور یا شرارت کی وجہ سے لیکن یہ سب اللہ عزوجل کی صنعت میں محال ہے کیونکہ عاجز اس بات کی استطاعت نہیں رکھتا کہ وہ ایسی بڑی اور عجیب صفات پیش کرے اور جاہل کو درست دار حکمت کی بات کی طرف رہنمائی نہیں ہوتی اور جو شریر ہو وہ ایسی تخلیق اور بنانے کی طرف اپنی گردن لمبی نہیں کرے گا اور جب یہ اس طرح ہے تو واجب ولازم ہے کہ ان صفات کا خالق ضرور بر ضرور اسکی تدبیر کرے اگرچہ اس تدبیر

کی حقیقت اور اسکے نتیجہ کا ادراک پوری طرح نہ ہو سکے کیونکہ بہت سے بادشاہوں کی تدابیر عوام الناس کی سمجھ میں نہیں آتیں اور نہ اسکے اسباب معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ بادشاہوں کے راز والے معاملات معلوم نہیں کئے جاتے اور نہ ہی انکے اسرار کی معرفت ہوتی ہے اور جب اسکا سبب معلوم ہوتا ہے تو وہ ضرور اسکو درستگی پر قائم پاتا ہے اور اسکی شہادت کوشش ہے اور اگر بعض دواؤں اور کھانے کی اشیاء کے بارے شک ہو تو انہیں دو یا تین طرح معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ گرم ہیں یا سرد ہیں تو کیا اس پر اس قدر علم سے فیصلہ نہیں ہو سکتا اور کیا اپنے آپ سے شک کی نفی نہیں ہو سکتی۔ ان جاہلوں کا کیا حال ہے کہ وہ مخلوق کو پوری طرح جاننے والے اور تدبیر والے کے بارے مین ان کثیر شواہد کے باوجود کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے اور اکثر اس میں سے ایسا ہے جسکی گنتی نہیں ہو سکتی اور اگر عالم کا نصف اور جو اسکے اندر ہے اسکی درستگی مشکل ہے تو بھی یہ محتاط رائے نہیں ہو گی اور نہ ہی ادب کی حد ہو گی کہ عالم پر اہمال کا فیصلہ کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ دوسرے نصف کے بارے میں شک نہیں اور اس میں درستگی ظاہر بھی ہو چکی ہے اور مضبوط ہے وہ شئ جو کہ وہم کو روکتی ہے اس فیصلہ کی طرف بڑھنے سے پس کیسے یہ کہا جائے گا جب بھی تفتیش کی جائے گی تو انتہائی درست پایا جائے گا حتی کہ دل میں کوئی شئ ایسی نہ کھٹکے گی مگر اس حالت میں کہ اس پر یہ مخلوق انتہائی صحیح اور درست طور پر قائم ہو گی۔

اس عالم کا یونانی زبان میں نام: مانی دلائل حکمت سے اندھا ہو گیا اور کائنات کے راز جاننے کا دعوی کیا

آپ کو اے مفضل یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس جہان کا یونانی زبان کے اندر جو زبان انکے ہاں معروف و مستعمل ہے ایک نام ہے قوسموس اور اسکی تفسیر ہے زینت اور اسطرح اسکا نام فلاسفہ نے بھی رکھا ہے اور ان لوگوں نے بھی جو کہ حکمت کے دعوے دار ہیں تو انہوں نے اسکا یہ نام صرف اس لیے رکھا ہے کہ انہوں نے اس میں ایک سلیقہ اور نظام دیکھا ہے اس لیے انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ اسکا نام تقدیر یا انتظام رکھتے انہوں نے اسکا نام زینت رکھ دیا تا کہ وہ یہ خبر دیں کہ یہ کائنات اپنی درستگی اور مضبوطی میں انتہائی حسن اور خوبصورتی پر قائم ہے کس قدر تعجب ہے اے مفضل ایسے لوگوں پر جو کہ طلب کی

مہارت پر خطا کا فیصلہ نہیں کرتے حالانکہ وہ دیکھتے ہیں کہ طبیب غلطی کرتا ہے اور پورے عالم پر اہمال یعنی بلامانع ہونے کا فیصلہ کرتے دیتے ہیں حالانکہ اس میں ایک شئ بھی مہمل نہیں دیکھتے بلکہ سب سے زیادہ تعجب ان لوگوں سے ہے جو کہ حکمت کا دعٰوی رکھتے ہیں حتی کہ وہ مخلوق کے مقامات سے بھی جاہل ہیں انہوں نے اپنی زبانوں کو خالق جل واعلیٰ کی مذمت میں کھلی چھوڑ رکھی ہیں بلکہ بڑا تعجب ذلیل انسان مانی پر ہے جو کہ علم الاسرار کا دعٰوی رکھتا ہے لیکن دلائل حکمت سے اندھا ہے جو مخلوق میں ہیں حتی کہ اس نے اسے خطا کی طرف منسوب کردیا اور اسکے خالق کو (نعوذ باللہ) جہالت کی طرف منسوب کردیا اللہ حکیم وکریم اس سے پاک ومنزہ ہے۔

معطلہ کی تنقید ان اشیاء میں جن میں انہوں نے کوشش کی کہ انکو بذریعہ حس پائیں جو کہ بذریعہ عقل ادراک نہ کرسکے

اوران تمام میں سے سب سے زیادہ تعجب معطلہ پر ہے جنہوں نے یہ قصہ کیا کہ بذریعہ حس ایسی اشیاء کو معلوم کریں جنکا ادراک عقل سے نہ کیا جاسکا چنانچہ جب وہ اس سے بے بس ہوگئے تو پھر انکار اور تکذیب کی طرف نکل کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ اشیاء عقل میں کیوں نہیں آتیں توانکو کہا جائے گا کہ چونکہ یہ اشیاء مرتبہ عقل سے اوپر ہیں جیسے کہ آنکھ کی بینائی اس شئ کا ادراک نہیں کرسکتی جو اسکے مرتبے سے اوپر ہو چنانچہ جب آپ کسی پتھر کو دیکھیں گے کہ وہ ہوا میں بلند ہورہا ہے توآپ یہ معلوم کرلیں گے کہ کسی پھینکنے والے نے اسے پھینکا ہے تو یہ شئ آنکھ سے معلوم نہیں ہوئی بلکہ یہ عقل سے معلوم ہوئی ہے کیونکہ عقل ہی یہ امتیاز کرسکتی ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ پتھر اوپر خود بخود نہیں جاسکتا اب آپ دیکھیں کہ بصارت کیسے الگ ہوکر کھڑی ہوگئی اور اپنے مرتبہ سے متجاوز نہ ہوئی ایسے ہی عقل بھی خالق کی معرفت میں بالکل الگ ہوکر کھڑی ہوجاتی ہے اور اس سے تجاوز نہیں کرتی لیکن اسے عقل سے اس قدر ضرور سمجھے گا جس قدر دل کا اقرار ہوگا لیکن وہ اسکو آنکھوں سے معائنہ نہ کرسکے گا اور نہ ہی حواس میں سے کسی سے محسوس کرسکے گا۔

عقل کا خالق کو پہچاننا معرفت اقرار ہے معرفت احاطہ نہیں ہے

اور اسی کے مطابق ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ عقل خالق کو اس جہت سے پہچانتی ہے کہ اس سے اس پر اقرار لازم ہو اور وہ ایسے نہیں پہچانتی کہ اس پر اسکی صفات کا احاطہ لازم ہو اگر یہ کہا جائے کہ کیسے ایک کمزور بندے کو یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ خالق کو عقل لطیف سے پہچانے لیکن احاطہ نہ کرے تو انکو کہا جائے گا کہ انسان کو مکلف صرف اسی شئی کا بنایا گیا ہے جس تک پہنچنے کی اس میں طاقت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پر یقین کریں اور اسکے امر اور اسکی نہی پر ٹھہریں مگر ان کو اسکی صفت کے احاطہ کا مکلف نہیں بنایا گیا جیسے کہ ایک بادشاہ اپنی رعایا کو یہ تکلیف نہیں دیتا کہ وہ یہ جانیں کہ وہ لمبا ہے یا چھوٹا اور وہ سفید ہے یا گندمی رنگ ہے بلکہ وہ ان کو اس بات کا مکلف بناتا ہے کہ وہ اسکی سلطنت کے مطیع ہوں اور اسکے امر پر عمل کریں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ اگر ایک آدمی بادشاہ کے دروازے پر آئے اور آکر کہے کہ آپ اپنا آپ میرے سامنے پیش کریں تاکہ میں آپکی معرفت پوری طرح حاصل کر لوں ورنہ میں آپکی کوئی بات بھی نہ سنوں گا تو ایسا شخص اپنے آپ کو سزا کا مستوجب جانے گا پس ایسے ہی یہ قائل جو کہ خالق کائنات کا اقرار نہیں کرتا یہاں تک کہ اسکے حقیقت کا احاطہ کرے تو یقیناً وہ اسکی ناراضگی کا سامنا کرے گا اگر یہ لوگ کہیں کہ کیا ہم اسکی صفات کو بیان نہیں کرتے پس ہم کہتے ہیں کہ وہ عزیز ہے حکیم ہے جواد ہے کریم ہے تو ان کو کہا جائے گا کہ یہ بھی سب صفات اقرار ہیں صفات احاطہ نہیں ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ حکیم ہے لیکن اسکی حقیقت نہیں جانتے اور اسی طرح قدیر، جواد اور دیگر صفات ہیں جیسے کہ ہم دیکھتے ہیں آسمان ہے مگر یہ نہیں جانتے اسکا جوہر و اصلیت کیا ہے اور ہم سمندر کو جانتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اسکی انتہاء کہاں ہوتی ہے بلکہ وہ اس مثال سے اوپر ہے جسکی کوئی انتہاء نہیں ہے اور کیوں کہ تمام مثالیں اس سے کمتر ہیں لیکن عقل اس کی معرفت کی طرف لے جاتی ہے پس اگر وہ یہ کہیں کہ پھر اسی میں اختلاف کیوں ہوتا ہے تو ان کو کہا جائے گا انسانی وھموں کے اسکی عظمت کی حد سے قاصر ہونے کی

وجہ سے اور اپنی قدر و منزلت سے اسکی معرفت کی طلب میں حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے کیونکہ انسانی وہم اسکے احاطہ کا قصد کرتے ہیں حالانکہ وہ اس سے بلکہ اس سے کم درجہ کے احاطہ سے بھی عاجز ہیں۔

سورج اور فلاسفہ کا اسکی وضع اور شکل اور مقدار میں اختلاف

ان اشیاء میں ایک سورج ہے جسکو آپ دیکھتے ہیں کہ وہ پورے عالم پر طلوع ہوتا ہے لیکن اسکی حقیقت امر معلوم نہیں ہو سکتی اس لیے اسکے بارے میں بہت سے اقوال ہیں اور مذکورہ فلاسفہ اسکے وصف میں مختلف ہیں بعض کا یہ کہنا ہے کہ یہ ایک اندر سے خالی فلک ہے جو آگ سے بھرا ہوا ہے اور اسکا ایک منہ ہے جہاں سے وہ تپش اور روشنی سے جوش مارتا ہے اور بعض دوسروں نے کہا کہ یہ ایک بادل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ایک شیشہ کا جسم ہے جو کہ عالم میں آگ کی تپش اٹھائے ہوئے ہے اور عالم پر اپنی شعاعیں چھوڑتا ہے اور دیگر لوگوں نے کہا کہ یہ لطیف صاف جسم ہے سمندر کے پانی سے بندھا ہوا ہے اور بعض دوسروں نے کہا کہ یہ آگ کے بہت سے اجزاء جمع شدہ ہیں اور کچھ اور لوگوں نے کہا کہ یہ ایک پانچواں جوہر ہے جو جواہر اربعہ سے الگ (مٹی، پانی، ہوا، آگ) ہے پھر انکا اسکی شکل میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ بمنزلہ چوڑی سطح کے ہے اور دوسروں نے کہا کہ یہ لڑھکنے والے کرے کی طرح ہے اور ایسے ہی اسکی مقدار میں بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ زمین کے برابر اتنا ہی ہے بعض نے کہا کہ یہ اس سے کم ہے بعض نے کہا کہ یہ ایک بہت بڑے جزیرے سے بھی بڑا ہے لیکن اہل ہندسہ نے کہا کہ یہ زمین سے ایک سو ستر گنا بڑا ہے تو ان کے سورج کے بارے میں مختلف اقوال میں دلیل ہے اس بات پر کہ وہ اسکی حقیقت سے واقف نہیں ہیں جب یہ سورج کا حال ہے جس پر آنکھ پڑتی ہے اور حس اس کا ادراک کرتی ہے کہ عقلیں اسکی حقیقت پر واقفیت سے عاجز ہیں تو پھر کیسے ہو سکتا ہے ایسی ذات کے بارے جو حس سے بھی لطیف ہے اور وہم سے بھی پوشیدہ ہے پس اگر لوگ یہ کہیں پھر اس کو چھپایا (پوشیدہ کیوں ہے) کیوں گیا ہے تو انکو کہا جائے گا کہ وہ کسی تدبیر سے اور حیلہ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس تک پہنچا جا سکے جیسے کوئی پردوں اور دروازوں سے لوگوں سے چھپا ہوا ہو بے

شک ہمارے اس قول کا معنیٰ کہ وہ پوشیدہ ہے یہ ہے کہ جہاں تک وہم کی رسائی ہے وہ اس حد سے بھی باریک ہے جیسے کہ نفس انسانی ایک لطیف شئ ہے حالانکہ یہ اس ذات باری کی مخلوق ہے اور نظر سے اسکا ادراک نہیں ہوسکتا وہ اس سے بالا ہے اگر وہ یہ کہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ بلند و برتر لطیف کیوں ہے تو یہ بات ہی انتہائی غلط ہے کیونکہ یہ اس ذات کے لائق نہیں ہے جو خالق کل شئ ہے مگر یہ کہ وہ ہر شئ سے الگ ہو اور ہر شئ سے بلند ہو اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر ہے۔

حق جسکی معرفت اشیاء میں سے مطلوب ہے چار چیزیں ہے اور اسکی تفصیل

پس اگر وہ لوگ یہ کہیں کہ یہ بات کیسے سمجھ آسکتی ہے کہ وہ ہر شئ سے علیحدہ اور ہر شئ سے اونچا ہے تو انکو کہا جائے گا کہ وہ حق جسکی معرفت اشیاء میں مطلوب ہے وہ چار طرح پر ہے پہلی یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ موجود ہے یا نہیں دوسری یہ ہے کہ پہچانا جائے کہ ذات و جوہر کے اعتبار سے کیا ہے اور تیسری یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ وہ کیسا ہے اور اسکی کیا حالت و صفت ہے اور چوتھی یہ ہے کہ معلوم کیا جائے کہ وہ کس لیے ہے اور اسکی علت کیا ہے چنانچہ اس وجود میں سے کوئی شئ ایسی نہیں ہے کہ مخلوق کے لیے اسکو پہچاننا ممکن ہو خالق کے بارے میں جیسے کہ اسکے پہچاننے کا حق ہے صرف یہ کہ وہ موجود ہے پس جب ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ کیسے ہے وہ کیا ہے تو اسکی کنہ و حقیقت کا علم ممنوع ہے اور کمال معرفت ممکن نہیں ہے لیکن یہ کہ وہ کس لئے ہے تو یہ بھی خالق کی صفت میں ساقط ہے کیونکہ وہ اللہ جل شانہ ہر شئ کی علت ہے اور کوئی شئ اسکی علت نہیں ہے اور پھر انسان کا یہ جاننا کہ وہ موجود ہے اس سے بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ یہ بھی جانے کہ وہ کیا ہے کیسے ہے جیسے کہ انسان نفس کے موجود ہونے کا علم یہ لازم نہیں کرتا کہ اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا ہے اور کیسے ہے ایسے ہی تمام امور روحانیہ لطیفہ کے بارے میں ہے: اگر لوگ یہ کہیں کہ اب تم خود ہی باوجود علم کی کوتاہی کے اسکے اوصاف بیان کر رہے ہو حتیٰ کہ وہ گویا غیر معلوم ہے؟ تو انکو کہا جائے گا کہ وہ واقعی ایسا ہی ہے اس جہت سے کہ جب عقل اسکی حقیقت اور اس کے احاطہ کا قصد کرے گی لیکن وہ دوسری جہت سے ہر قریب سے بھی قریب تر ہے جبکہ اس پر مکمل دلائل سے استدلال کیا جائے گا تو

اس اعتبار سے وہ بالکل واضح ہے کسی پر مخفی نہیں ہے اور وہ ایک جہت سے انتہائی پوشیدہ ہے کوئی اسکا ادراک نہیں کر سکتا ایسے ہی عقل بھی اپنے شواہد سے تو ظاہر ہے اور اپنی ذات کے اعتبار سے پوشیدہ ہے۔

طبیعت کے قائلین اور انکے اقوال کا مناقشہ (جھگڑا)

پس جو لوگ طبیعت کے تابع ہیں وہ کہتے ہیں کہ طبیعت کوئی کام بغیر مقصد کے نہیں کرتی اور نہ ہی اس شیٔ کو انجام دیتی ہے جو کہ طبیعت میں پہلے سے پوری ہوتی ہے اور انکا خیال یہ ہے کہ حکمت اس پر شاہد ہے تو انکو کہا جائے گا کہ طبیعت کو یہ حکمت کس نے عطا کی ہے اور اشیاء کی حدود پر ایسی واقفیت کہ ان سے وہ تجاوز نہ کرے کس نے مرحمت فرمائی ہے اور یہ ایک ایسی شیٔ ہے کہ طویل تجربے کے بعد بھی تمام عقلیں اس سے عاجز ہیں اور اگر وہ طبیعت میں حکمت اور قدرت ثابت کریں ان جیسے افعال کے انجام دینے کی تو وہ جسکا انکار کر رہے تھے اسی کے اقراری بن گئے کیونکہ یہ ہی تو صفات خالق ہیں اور اگر وہ حکمت اور قدرت کا طبیعت کیلئے انکار کریں تو پھر یہ مخلوق ہونے کی حیثیت ہے جو بول کر بتا رہی ہے کہ یہ خالق اور حکمت والے کا فعل ہے اور قدیم لوگوں میں سے ایک گروہ ایسا تھا جس نے قصد وتدبیر کا اشیاء میں انکار کیا تھا اور انکا یہ ہی خیال تھا کہ ان اشیاء کا ہونا عرض واتفاق ہے اور جن اشیاء سے انہوں نے دلیل پکڑی وہ یہ نشانات تھے جو کہ عرف وعادۃ کے برعکس ہوتے تھے جیسے کہ کسی انسان کا ناقص پیدا ہونا یا ایک انگلی کا زائد والا ہونا یا بچے کا بدشکل ہونا کہ یہ خلق میں تبدیل ہے اسے ہی انہوں نے دلیل بنالیا کہ تمام اشیاء بلا قصد وتدبیر وتقدیر ہوتی ہیں ان میں کوئی پہلے سے اندازہ وتدبیر نہیں ہوتی بلکہ یہ جیسے اتفاق ہوتا ہے اسکے مطابق سامنے آتی ہیں چنانچہ ارسطا طالیس حکیم وفلسفی نے ان لوگوں کو رد کیا اور کہا کہ جو شے اتفاقاً سامنے آتی ہے وہ شیٔ ایسی ہوتی ہے کہ ایک ہی مرتبہ ودرجہ میں ہوتی ہے جو طبیعت کے تقاضے سے سامنے آئے تو اسکے مقررہ طرز وراستے سے اسے ہٹادے لیکن وہ ان امور طبیعیہ میں سے نہیں ہوتی جو ایک شکل پر ہمیشہ مسلسل جاری ہوتے ہیں اور تم اے مفضل حیوانوں کی اقسام کو دیکھو گے کہ ان میں سے اکثر ایک ہی شکل اور راستے پر چلتے ہیں جیسے کہ انسان پیدا ہوتا

ہے تو اسکے دو ہاتھ ہوتے ہیں اور دو پاؤں ہوتے ہیں اور پانچ انگلیاں ہوتی ہیں جیسے کہ اس شکل پر عوام الناس ہوتے ہیں لیکن جو بچہ اسکے بر خلاف پیدا ہوا تو وہ کسی علت کی وجہ سے ہوتا ہے جو کہ عورت کے رحم میں ہوتی ہے یا اس مادہ میں ہوتی ہے جس سے وہ جنین پرورش پاتا ہے جیسے کہ یہ عام صنعتوں اور مہارتوں میں بھی پیش آتا ہے جبکہ بنانے والا تو اپنی صنعت میں درست ہی کا قصد کرتا ہے پس کوئی روکنے والا آلات میں ہی ایسا ہوتا ہے جو کہ اسے روک دیتا ہے یا اس مشین میں جس میں وہ شئ بن رہی ہوتی ہے کوئی رکاوٹ آجاتی ہے پس ایسا ہی حیوانات کی اولاد میں بھی رونما ہو جاتا ہے ان اسباب کی بنا پر جو ہم نے بیان کئے ہیں لہذا بچہ زائد یا ناقص یا بد شکل ہوتا ہے اور اکثر صحیح سالم رہتے ہیں تو وہ تندرست بلا کسی عیب و علت کے ہوتے ہیں جیسے بعض امراض کے کاموں میں کسی علت کی وجہ سے ایسی شئ پیدا ہو جاتی ہے تو یہ ان پر اہمال اور بنانے والے کا نہ ہونا ثابت نہیں کرتا ایسے ہی بعض افعال طبیعہ پر بھی کسی رکاوٹ کی وجہ سے جو اس میں داخل ہو کوئی شئ پیدا ہو جاتی ہے تو یہ بھی تمام عرض و اتفاق کو لازم و ثابت نہیں کرتا تو اس شخص کا قول جو اشیاء کے بارے میں کہتا ہے کہ ان کا عارض و اتفاق سے وجود ہوتا ہے اس قبیل میں سے ہے کہ کوئی شئ ان میں سے جو خلاف طبیعت ہو کسی عارضے کی وجہ سے ہے جو اسکو عارض ہوتا ہے قطعاً خطاء و غلط و بے وقوفی ہے پس اگر وہ یہ کہیں کہ اس طرح کیوں اشیاء میں ہوتا ہے تو کہا جائے گا تاکہ یہ معلوم ہو کہ اشیاء کا وجود طبیعت کی مجبوری نہیں ہے اور نہ ہی ممکن ہے کہ اسکے علاوہ ہو جیسے کہ کہنے والے کہتے ہیں بلکہ یہ ایک اندازہ اور قصد کیا ہوا ہے حکمت والے پیدا کرنے والے کی جانب سے کہ اس نے طبیعت کو ایسا بنا دیا کہ وہ اکثر اسی راستے پر جاری ہے اور معروف طریقے پر چل رہی ہے اور کبھی کبھی اس سے زائل بھی ہو جاتی ہے مگر وہ بعض عورضات کی وجہ سے ہوتا ہے پس اس سے یہ دلیل لی جا سکتی ہے کہ بیشک طبیعت جو تصرف کرنے والی تدبیر کرنے والی ہے خالق کائنات کے پیدا کرنے میں اسکی محتاج ہے کس قدر بابرکت ہے اللہ کی ذات جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔ اے مفضل لے لو جو میں نے تجھے دیا ہے اور محفوظ کر لو جو میں نے عطا کی ہے اور اپنے رب کے شکر گزار رہو اور اسکی نعمتوں پر اسکی تعریف کرنے والے بنو اور

اسکے اطاعت کرنے والے اولیاء میں سے ہو جاؤ بے شک میں نے خلق پر دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں اور تدبیر کی درستگی اور قصد کے کار گر ہونے پر شواہد ذکر کر دیئے ہیں یہ بہت میں سے تھوڑا ہے اور کل میں سے جز ہے اسکو سوچ اور فکر کر اور عبرت حاصل کر تو میں نے کہا کہ آپکی میرے آقاؑ مدد سے ہو گا میں اس پر قائم رہوں گا اور انشاءاللہ اس کو آگے پہنچاؤں گا آپؑ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا اور فرمایا اللہ کی مشیت سے حفظ کر لو اور انشاءاللہ اب نہ بھولو گے تو میں غش کھا کر گر پڑا پس جب مجھے افاقہ ہوا تو فرمایا اے مفضل تم اپنے آپ کو کیسا سمجھتے ہو تو میں نے کہا بے شک میں اپنے آقاؑ کی مدد و تائید کے ساتھ اس کتاب سے جو میں نے تحریر کی بے پرواہ ہو گیا ہوں گویا کہ میں اپنے ہاتھ میں اسے پڑھ رہا ہوں میرے آقاؑ کیلئے حمد و شکر ہو جیسے کہ وہ اسکا اہل اور مستحق ہے پھر فرمایا اے مفضل دل کو فارغ کر و اور جمع کر و اپنی طرف اپنا ذہن اور عقل اور اطمینان تو میں تیرے اوپر آسمان و زمین کی تمام ملکوت کا علم ڈال دونگا اور ان کا علم جو کہ اللہ نے ان کے درمیان میں پیدا فرمایا ہے اور جو ان میں اسکی مخلوقات کے عجائبات ہیں اور پھر فرشتوں کی اقسام اور انکی صفیں اور مقامات اور انکے مراتب سورہ المنتہٰی تک اور پھر تمام مخلوق جن و انسان کا علم نیچے والی ساتویں زمین تک اور ماتحت الثریٰ تک حتیٰ کہ وہ علم جو تو محفوظ کر لے ایک جز ہو گا تمام اجزاء میں سے اب واپس جا اور جب تو چاہے ایسا ساتھی جو محفوظ پناہ گاہ ہو تو پھر تو ہماری طرف سے بلند مقام پر ہو گا اور تیرا مقام مومنین کے دلوں میں ایسا ہو گا جیسے کہ پیاسے کیلئے پانی اور مت سوال کرنا اسکا جو میں نے وعدہ کیا ہے حتیٰ کہ میں خود تجھ سے اسکا ذکر کروں: مفضل نے کہا کہ میں اپنے آقاؑ کے پاس سے واپس آیا ایسے طریقے سے کہ کوئی بھی اس طرح نہیں واپس آتا۔